جلد 26 شمارہ 3 ماہ مارچ 2024ء شعبان / رمضان 1445ھ
واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا
صداقت
اللہ
محبت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

# سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

# اس شمارے میں

# دل کی بات

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے نے کسی نیکی کے راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو اس داعی کو ان سب لوگوں کے برابر اجر ملے گا جو اسکی بات مان کرنیکی کے اس راستے پر چلیں گے اور عمل کریں گے اور اسکی وجہ سے ان عمل کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور اسی طرح جس نے (لوگوں کو) کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس داعی کو ان سب لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جو اسکی دعوت پر اس گمراہی اور بدعملی کے مرتکب ہونگے اور اسکی وجہ سے ان لوگوں کے گناہوں (اور انکے عذاب میں) کوئی کمی نہ ہوگی (صحیح مسلم)۔

ہمارے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بھی خاص طریقے سے خاص قسم کے اذکار کی دعوت دی جاتی ہے۔ پاس انفاس، نفی اثبات، درود پاک ہزار بار، اگر کوئی ایک شخص ہماری دعوت پر سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوکر ذکر اذکار کرنا شروع کر دے گا تو یقیناً ہماری بخشش اور نجات کیلئے کافی ہے۔ پاس انفاس تو اللہ تعالی کی یاد مسلسل دل میں گھر کرنے اور قائم کرنے کیلئے ہے دل، دماغ اور سانس کا تعلق اللہ سے جوڑنے کی مشق ہے۔ دوسرا ذکر "**ولذکر اللہ اکبر**" "اللہ کے نام کا ذکر ہی بڑا ہے"۔ یہ اسم ذات کا ذکر ہے جسکے بڑے فضائل ہیں پاس انفاس کی وضاحت طریقت توحیدیہ میں بیان کردی گئی ہے۔ "**افضل الذکر لا الہ الا اللہ**" **لا الہ الا اللہ** کا ذکر نفی اثبات کہلاتا ہے۔ جسکی وضاحت طریقت توحیدیہ کے صفحہ نمبر 21 پر موجود ہے تیسرا ذکر درود پاک ہے اتنی مختصر اور جامع نصاب و تعلیم پر عمل ہے یقیناً نجات اور بخشش کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ تعالی ہمیں قرآن و سنت کے مطابق طریقت توحیدیہ پر عمل اور ذکر و فکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# پیامِ قرآن

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُواْ وَاذْكُرُواْ اللّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ۔ (سورۃ الانفال ۸۔آیت ۴۵)

اے لوگو جوایمان لائے ہو، جب کسی گروہ سے تمہارا مقابلہ ہوتو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہوگی۔

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُواْ اللّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (سورۃ التوبہ ۹۔آیت ۶۷)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم رنگ ہیں۔ برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ خیر سے روکے رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ یقیناً یہ منافق ہی فاسق ہیں۔

وَأَقِمِ الصَّلاَةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ۔ (سورۃ ھود ۱۱۔آیت ۱۱۴)

اور دیکھو، نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔ درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لئے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔

# فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ اپنی نوجوانی میں جب کہ ان کے بیوی بچے نہیں تھے نبی کریم ﷺ کی مسجد میں سویا کرتے تھے۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

کعب بن مالک سے نقل ہے کہ نبی ﷺ جب کسی سفر سے (لوٹ کر مدینہ میں) تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور نماز پڑھتے۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم اپنے مصلے پر جہاں تم نے نماز پڑھی تھی، بیٹھے رہو اور ریاح خارج نہ کرو تو ملائکہ تم پر برابر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں "اے اللہ! اس کی مغفرت کیجئے، اے اللہ! اس پر رحم کیجئے۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک دن اپنے حجرہ کے دروازے پر دیکھا۔ اس وقت حبشہ کے کچھ لوگ مسجد میں (نیزوں سے) کھیل رہے تھے (ہتھیار کی مشق کر رہے تھے) رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا تاکہ میں ان کا کھیل دیکھ سکوں۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب سورۃ البقرہ کی سود سے متعلق آیات نازل ہوئیں تو نبی ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور ان آیات کی لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ شراب کی تجارت حرام ہے۔

(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

# ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ محفل میں شریک ایک بھائی سے حلقہ ذکر میں شرکت کا پوچھا تو اس نے کہا کہ سردی ہے اس لئے نہیں جا سکا۔اس پر فرمایا:

ہمارا تجربہ تو یہ گزرا ہے کہ سردی میں آدمی کو جوش آجاتا ہے۔سردی میں تو پسینے سے جان چھوٹی ہوتی ہے اور مزید اچھلنے کودنے کو،اور بھاگ دوڑ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ہمارا تجربہ یہ تھا اور تمہارا تجربہ یہ ہے کہ سردی میں رضائی اوڑھ کے لیٹ جاؤ۔نہیں یار۔یہ اچھا تجربہ نہیں ہے مغل جب انڈیا میں آئے تو انہوں نے انڈیا کو دنوں میں فتح کر لیا تھا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ ٹھنڈے علاقے سے آئے تھے اور یہاں انہیں موسم گرم ملا تو وہ اس میں ایسی بہادری سے لڑے کہ انہوں نے سارے ہندوستانیوں کو رگڑ کے رکھ دیا۔وہ ٹھنڈے علاقے سے آئے تھے۔ آپ لوگ گرمی کے عادی ہوتے ہوئے رضائیوں میں گھس گئے۔یہ اچھی بات نہیں ہے۔نکلو باہر۔ورزش کرو۔کیا خیال ہے؟یار نکلو۔جوان ہو۔اپنی عمر کا خیال رکھو۔ہماری عمر کے آدمی مت بنو۔ابھی آپ لوگوں کی کوئی عمر نہیں ہے۔یہی عمر ہے کھیلنے کی،کھیلو۔

☆ دعا عبادت کا مغز ہے۔اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی۔اکثر بزرگوں نے لکھا ہے کہ عبادت ہے ہی دعا۔دعا جتنے خشوع وخضوع اور جتنے پیار اور محبت سے اور جتنا عاجزی اور

انکساری سے ہو۔ دعا میں یہ مختلف Catagories ہیں ۔ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں سورۃ فاتحہ سکھائی ہے تو وہ دعا ہی ہے ۔اس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ہے، پھر اپنی کم مائیگی بتائی ہے، پھر اپنی طلب بتائی ہے ۔اسی طریقے سے دعا بھی ہمیں کرنی چاہئے اور دعا بالکل عبادت کے طور پہ کرنی چاہئے ۔عبادت کے طور پہ تا کہ جیسا عبادت میں انسان بالکل اللہ کے آگے Surrender کر کے اور بالکل خشوع خضوع کے ساتھ پیش ہوتا ہے، دعا بھی اس طرح کرنی چاہئے اور یہی قابل قبول ہونے کی دعا ہے ۔سرسری طور پر ہاتھ اٹھائے **اللھم انت السلام** پڑھ کے پھر چھٹی کر لی ۔ایسا بھی اللہ ماننے والا ہے،ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسی باتیں نہیں سنتا، اللہ میاں انسان کی ہر قسم کی فطرت سے واقف ہے ۔کسی کو جلدی ہوتی ہے، کسی کو کام ہوتا ہے،لیکن جب دعا کریں تو یہ چاہئے، جو تقاضا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کامل اطمینان کے ساتھ، خشوع وخضوع کے ساتھ بیٹھ کر اللہ سے مانگیں، اللہ ضرور دیتا ہے ۔

☆ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد رکھنا ۔یہ سمجھنا کہ آپ اکیلے نہیں جا رہے ۔جہاں جا رہے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ساتھ ہی ہے ۔یہ احساس پیدا کرو ۔اسی سے اللہ میاں کی یاد تازہ رہے گی اور آپ کو اللہ میاں کی موجودگی کا احساس ہوگا ۔اکیلا اپنے آپ کو مت سمجھو کہ آپ اکیلے کہیں جا رہے ہیں یا کوئی کام کر رہے ہیں ۔یہ سب سمجھ لیں ۔یقین کر لیں ۔بنا لیں اپنا یقین کہ ایک آپ ہیں تو ایک آپ کے ساتھ اللہ بھی موجود ہے ۔جو آپ کی نگرانی بھی کر رہا ہے ۔آپ کی نگہداشت بھی کر رہا ہے اور آپ کو دیکھ بھی رہا ہے ۔آپ کی Activities بھی نوٹ کر رہا ہے ۔یہ ساری باتیں وہ بیک وقت کرتا ہے ۔اس کے لئے یہ سارا کچھ بہت آسان ہے وہ یہ سارا کچھ کرتا ہے ۔یہ دیکھا کریں اور اس سے پیار بھی کیا کریں ۔دیکھو! اللہ میاں ہمیں

ایسا دوست ملا ہے کہ ہمیں پیار بھی کرتا ہے۔ ہمیں نصیحت کرنے کے لئے ہماری تادیب پر بھی تیار ہے اور سارا کچھ نوٹ بھی کرتا ہے۔ یہ پیار والی باتیں ہیں۔ نوٹ کیا کریں۔ دیکھا کریں یاد کیا کریں۔ ذہن میں یہ خیال کیا کریں۔ اس سے اللہ میاں کی موجودگی کا احساس ہوگا۔

☆ ایک بھائی کے خاندانی تنازعات میں بہتری نہ ہونے کی بات پر فرمایا:

آپ لوگ خود ایک دوسرے کو پہچانیں، ایک دوسرے کا رویہ خود پہچانیں، اور اپنا اپنا رویہ درست کریں۔ دوسرے کے حق میں کریں۔ ایسے ہی صحیح ہوگا۔ ویسے تو ہماری قوم ایسی نہیں ہے کہ مار کھاتی رہے اور بیٹھی رہے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ آپ اگر ایک تھپڑ لگائیں گے تو وہ دو لگانے کے لئے تیار ہوں گے۔ یہ ہماری قوم کی فطرت ہے۔ یہ سب کچھ کرے گی۔ جتنی بھی زیادتی کر سکے گی، کرے گی۔ ہماری جو تعلیم ہے ہم نے تو اس طرح کی تعلیم بتائی ہے اب اس پر عمل کون کرے، اگلے تو سمجھتے نہیں ہیں۔ بڑا مشکل کام ہے۔ اگر ہم اپنی تعلیم کے مطابق عمل کریں کہ گالیاں سن کے دعائیں دیں تو وہ ہمارے گرم جوش دوست بن سکتے ہیں۔ یہ میں نے آپ لوگوں سے کہا ہے، یا تو آپ نے صحیح طریقے سے اپنا رویہ پیش نہیں کیا یا وہ ڈھیٹ ہیں۔ کوئی بات ہے ورنہ اب تک آپ لوگوں کے معاملات ٹھیک ہو جانے چاہییں تھے۔

☆ آپ لوگ حلقہ ذکر چھوڑ دیں اور کہیں چلے جائیں، میں اسے Appreciate کسی بھی صورت میں نہیں کرتا۔ جیسا مرضی کوئی کام ہو، جو مرضی ہو۔ ہم اسے ہی ترجیح دیں گے تو بات بنے گی۔ میں اسے Appreciate نہیں کروں گا، آپ لوگوں کو کام ہوں تو سب کاموں میں آپ کو ذکر چھوڑنا ہی مناسب لگے کہ یہی چھوڑ دیں، وہاں ضرور جائیں۔

یہ اچھی بات نہیں ہے۔ ہمارا رشتہ اور ہے۔ یہ آئندہ کے لئے خیال رکھنا، کوشش کرنا۔ اس رشتے کو ایک قدم آگے بڑھائیں۔ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔

☆ اللہ بس ہمیں معاف ہی رکھے تو ٹھیک ہے۔ اگر نوٹ کرلیا تو ہم گئے۔ وہ کہتا ہے کہ میں سچی بات کرتے ہوئے نہیں شرماتا۔ صاف کہتا ہے۔ نہ میں سچی بات کرتے شرماتا ہوں، نہ مجھے کسی چیز کی فکر ہوتی ہے۔ میں فوراً کہہ دیتا ہوں۔ اس لئے یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ ایسی بے نیازی جو ہے، یہ بڑی خوفناک بات ہے۔ ہر وقت ذہن کے گوشے میں یہ بات تازہ رکھیں۔ وہ کہتا ہے، مجھے کیا ضرورت ہے۔ مت آؤ۔ میرا جو کم کر سکتے ہو کر لو۔ جاؤ۔ وہ تو اللہ اللہ ہے۔ جتنا پیار کرتا ہے اتنا وہ سریع الحساب بھی ہے۔ اللہ ہم سب کو معاف کرے۔

☆ انصاری صاحبؒ نے تو یہ بیڑا اپنے ذمہ لیا ہے کہ ہمارا حلقہ یہ کرے گا لیکن اپنا اپنا بھی ہمیں محاسبہ کرنا چاہئے کہ تعلیم پر عمل کر کے ہم لوگ کتنا آگے بڑھ رہے ہیں۔ انصاری صاحب نے تو کہا کہ اگر ہم عمل کریں تو کیا پتا ہے کہ قوم کی ترقی کا اور قوم کے خوش اخلاق ہونے کا سبب ہم ہوں اور یہ حالت ہمارے حلقہ کی وجہ سے اچھی ہو۔ اب یہ بزرگوں کی بات ایسی ہوتی ہے کہ استعارے میں بات کرتے ہیں لیکن اصل میں ممکن ہے ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ایسے ہی ہوگا۔ ہماری وجہ سے ہوگا۔ تو پھر ہم میں سے تو ہر آدمی کو اس معاملے میں بالکل ایک سو ایک Percent ہو جانا چاہئے کہ بھئی ہمارے شیخ نے، ہمارے بزرگ نے، ہمارے رہنما نے کہا ہے کہ یہ قوم کی کایا جو پلٹی جائے گی وہ ہمارے حلقے کے لوگوں کے ذریعے سے پلٹی جائے گی کیونکہ ہمارا اخلاق پوری قوم پر حاوی ہو جائے گا، اچھا ہوگا۔ اس کے لئے

Initial stage اپنے آپ کو سمجھیں کہ ہم ولیوں میں سے ہیں تو اب ولی کا کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو مثالی بنائے۔ان کو بہت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں گی، بہت باتیں سننی پڑیں گی، ہر قسم کی مشکلات ان کو سہنی پڑیں گی، برداشت کرنی پڑیں گی جب اس مقام پر پہنچیں گے۔ اب جیسا دیکھیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کن مشکل حالات میں اسلام قبول کیا۔ آپ کو جو بھی تکلیف پہنچتی تھی سوائے احد احد کے اور آپ کی زبان سے کچھ نکلتا ہی نہیں تھا۔ حضرت حباب بن منظر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھیں۔ان کی کیا حالت ہوئی۔یہ مسائل اور تکلیفیں شروع شروع میں ہوتی ہیں۔ آدمی کمزور ہوتا ہے اور ان کے ہمدرد کم ہوتے ہیں تو انہیں پھر برداشت کرنا پڑتا ہے۔ان سارے حالات کے لئے تیار ہوتے ہوئے کوشش کریں۔

آج کل تو ہم کسی کو Direct چھیڑتے ہی نہیں کہ ایسے حالات پیش ہوں۔ اللہ خیر کرے اللہ کو سب مانتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ دل سے کوئی نہیں مانتا لیکن مانتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ایسے حالات تو شاید تکلیف دہ نہ ہوں لیکن ایسی صورت میں آپ کو تکلیف ضرور ہوگی کہ آپ ایک بات کریں گے اور نتیجہ آپ کو اس کے خلاف ہی ملے گا۔تو وہ بھی برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔وہ بھی برداشت کریں اور اپنی طرف سے حالات کو ٹھیک کرنے کی اور اپنے اخلاق کو درست کرنے کی کوشش کریں۔امید ہے وقت لگے گا لیکن ایسا نہیں ہوسکتا یہ میرا ایمان ہے کہ آپ کہیں کسی جگہ کاشت کریں اور اگے نہیں۔اگر آپ گندم کاشت کریں گے تو گندم ہی اگے گی۔مکئی کاشت کریں گے تو مکئی اگے گی۔یہاں بھی آپ جو کاشت کریں گے، وہ ضرور اگے گا۔آپ اپنے طور سے اپنے آپ کو درست کرتے ہوئے دوسروں پر اپنے اخلاق کے ذریعے اثر انداز ہوں۔باتوں سے کم، Practical سے زیادہ۔تو ان شاءاللہ وقت جتنا بھی لگے ان شاءاللہ نتیجہ مثبت ہی نکلے گا۔

☆ بابا جی (انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے کسی کی بولنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔آپ کے سامنے کوئی بولتا ہی نہیں تھا۔ہمارے بھائی آپس میں بھی جب کسی کو متاثر کرتے تھے تو ہمیں یہی تعلیم تھی کہ آپ زبانی کبھی کسی کو مت کہیں کہ حلقے میں آئیں۔ آپ اسے توجہ دینا شروع کر دیں اور اس کے ساتھ پیار محبت سے پیش آئیں،اور اس کے اوپر اپنے اچھے اخلاق کا اثر ڈالیں، زبانی کچھ کہیں نہیں۔ہمیں شروع سے یہی Order ہے۔ اب بھی میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ ہمیں Practical کرنا چاہئے۔بات چیت سے اتنا نہیں۔ Practical سے کوشش کرنی چاہئے کہ میں تو یہ ہوں۔اگر ایسا بنا ہے تو آ جاؤ میرے پاس۔Practically اپنے آپ کو Show کریں۔اس کی اجازت ہے،کریں۔ ہمارے اچھے اچھے بھائی ہیں ماشاءاللہ۔کرتے ہیں،اپنے طور سے کوشش بھی کرتے ہیں۔ غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں۔انسان خطا کا پتلا ہے۔غلطیاں ہوتی ہیں لیکن ان غلطیوں سے بھی ہمیں کچھ سیکھنا چاہئے۔لوگ غلطیوں سے بھی سیکھتے ہیں۔ان سے سیکھنا چاہئے کہ آج میں نے یہ غلطی کی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا،آئندہ مجھے یہ غلطی نہیں کرنی چاہئے۔اور آئندہ کبھی وہ غلطی نہ کریں۔یہی بات ہے اپنے آپ کو سکھانے کی اور دوسروں کو بھی سکھانے کی۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے آپ کو سنوار سکیں۔اچھے اخلاق سے اور اچھی بات چیت سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کا نمونہ بننے کی کوشش کریں۔

☆ بات ہوتی رہنی چاہیے۔اس میں ایک آدھ بات آ جاتی ہے تو ایک آدمی کو بات کا پتا نہیں ہے اور بات چیت ہو رہی ہے اور اس میں کوئی ایسی بات نکل آئی تو اسے اس نے سیکھ لیا۔ بات چیت کرنے کا یہی فائدہ ہوتا ہے کہ اس میں ایک ایک بات بھی اگر ایک ایک بھائی کو

نہیں پتا تو اسے پتا لگ جاتا ہے۔بات ضرور کرنی چاہئے۔ ہمارے خادمان حلقہ جو بھی ہیں ان کی یہ ڈیوٹی بنتی ہے کہ وہ دامے درمے سخنے جو کچھ بھی ان کے ذہن میں ہوتا ہے وہ کہہ دینا چاہئے۔بتا دینا چاہئے۔ممکن ہے بھائی آگے سے کوئی اور اس میں Add کرلیں، اسی طرح بھائی سیکھتے چلے جاتے ہیں۔ورنہ ایسے خاموش بیٹھے رہیں تو پھر کچھ بھی پتا نہیں چلتا کہ آئے کیوں تھے اور گئے کیوں ہیں۔بات چیت ہوتی ہے تو اس سے آدمی کچھ سیکھتا ہے۔

☆ روزمرہ کے ذکر میں ساری چیزیں لمبی چوڑی کرنے کی ضرورت نہیں ہیں۔ اگر وقت ہے، شوق ہے تو آپ سب کچھ کریں۔وقت نہیں ہے تو آپ صرف تین تین دفعہ درود شریف پہلے پڑھ کے، کم از کم ایک تسبیح ذکر نفی اثبات **لا الـــہ الا الـلـــہ** کرکے تین دفعہ درود شریف پڑھیں، پھر شجرہ پڑھیں، توجہ لیں اور ختم شریف ضرور پڑھیں۔ختم شریف پڑھ کے پھر دعا کرلیں۔بس۔اس میں کوئی پندرہ بیس منٹ لگتے ہیں۔اگر وقت ہے تو سارا کچھ کریں، **مـالک الملک** بھی پڑھیں۔**بلغ الاولیٰ** بھی پڑھیں، اور وقت ہے تو خودی کا سر نہاں بھی پڑھیں، اور وقت ہے تو میں صدقے جاواں مرشدتوں، وہ بھی پڑھیں۔یہ سب آپ کے پاس اپنے وقت اور اپنے شوق کی باتیں ہیں۔آپ پر پابندی نہیں ہے۔

پابندی آپ پر صرف اللہ کی یاد کی ہے۔وہ ایک تو یہ ذکر شریف جو چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ گھر پر آپ نے کرنا ہوتا ہے۔باقی پھر چوبیس گھنٹے آپ کو اللہ کا تصور اپنے دماغ میں جمائے رکھنا ہے۔اسے ہی پاس انفاس کہتے ہیں۔بس یہ دو ذکر ہیں آپ کے ذمے۔ یہ آپ کریں گے تو ان شاءاللہ تعالیٰ اللہ آپ کو ضرور کامیابی عطا فرمائے گا۔

☆ میں ذکر کی بات کر رہا تھا جس میں صرف اس کا بتایا جو بات ہو رہی تھی۔ باقی سارے اذکار میں آپ کو تلاوت بھی کرنی ہے۔آپ کو درود شریف بھی پڑھنا ہے۔ ایک ہزار مرتبہ درود شریف کم ازکم روزانہ چوبیس گھنٹوں میں پڑھنا ہے۔کم ازکم ایک دفعہ صبح کے وقت یا عصر کے وقت اگر آپ کے پاس وقت ہو تو تلاوت بھی کرنی ہے۔یہ بھی کرنا ہے۔ نوافل بھی پڑھتے ہیں۔ٹوٹل اذکار تو یہ سارے ہیں۔

☆ یہ دعا کریں اللہ سے اور پورے خلوص اور شوق کے ساتھ بیٹھا کریں اور ایک دوسرے کی بات سنا کریں۔اس سے کچھ نہ کچھ اخذ کر کے سیکھنے کی کوشش کریں۔ یہی ہے۔ ہم سب کوئی بڑے عالم فاضل لوگ نہیں ہیں۔ہمیں اسی طرح ایک دوسرے سے ایک ایک بات پکڑنی پڑے گی اور ایک ایک بات کو سمجھنا پڑے گا اور سیکھنا پڑے گا۔اس طرح ہم کچھ چار الفاظ سیکھ کے اپنے اخلاق کا تزکیہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ان باتوں کی طرف خیال دیا کریں۔ جب بیٹھیں تو اپنا وقت ضائع مت کیا کریں۔ جو بھائی بھی کوئی بات کرتا ہے اس سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کی کوشش کریں۔اللہ سب کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے۔اللہ سب کو اپنی یاد سے نوازے اور اللہ تعالٰی سب کو حلقے کی تعلیم پر سو فیصد عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میری طرف سے سارے بھائیوں کو بہت بہت پیار، بہت بہت دعا اور سلام۔اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۵ دسمبر ۲۰۲۲ء کی گفتگو سے اقتباسات)

# مکتوبات محمد صدیق ڈار توحیدیؒ

(مورخہ ۷دسمبر ۱۹۹۹ءازنوکھر ضلع گوجرانوالہ)

(بنام غلام مرتضٰی صاحب۔اسلام آباد)

آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔خالد مسعود صاحب کی مقدس سرزمین روانگی کا پڑھ کر خوشی ہوئی۔اللہ تعالےٰ انہیں وہاں کا قیام ہرلحاظ سے مبارک فرمائے۔آمین !ان کی اہلیہ کے لئے دوا میں نے اتوار کو گکھڑ والے بھائیوں کو دے دی تھی۔کل یونس صاحب نے بتایا کہ انہوں نے اپنے ایک عزیز کے ہاتھ راولپنڈی بھجوادی ہے اور وہ مرتضٰی صاحب کے گھر دے دیں گے۔

صدیقی صاحب کے ہاں کتابیں پہنچانے کا شکریہ۔امریکہ سے امجد نواز صدیقی صاحب کا خط آیا تھا انہوں نے بھی کنفرم کر دیا کہ کتابیں پہنچ گئی ہیں۔امجد صاحب آئندہ اجتماع میں انشاءاللہ شریک ہوں گے۔بھائی شمیم صاحب کے لئے مرکز پر دعائے مغفرت کر دی تھی۔گوجرانوالہ شہر کے بھائی اصغر علی بٹ صاحب کے والد انتقال کر گئے ہیں ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا کر دیں۔اگلے ماہ کے مجلّہ میں بھی دعائے مغفرت کے لئے اپیل کریں گے۔شریف الدین صاحب کو میرا سلام کہہ دیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور صحت کے ساتھ عمر دراز عطافرمائے اوراپنی مخلوق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

محمد عارف حسین صاحب ماشاءاللہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔علم اور خلوص دونوں سے مالا مال ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے دل میں اپنی محبت کا چراغ روشن فرمائے۔آمین! وہ ماشاءاللہ کام کرنے والے آدمی ہیں۔ان کا خیال رکھیں۔اگر رابطہ ہوتو انہیں کہیں کہ مجھ سے رابطہ رکھیں اور ہماری تعلیم کے بارے میں اپنے تاثرات اوران کے بارے میں اگر کوئی استفسارات ہوں تو ان سے مطلع کریں۔

رسالپور اور رواہ والوں نے وہاں جانے کے لئے کوئی رابطہ نہیں کیا۔اب تو رمضان شریف آنے والا ہے بعد میں دیکھا جائے گا۔رسالپور سے لیاقت علی صاحب اور ایک نئے بھائی قیصر صاحب 5/12 اتوار کو مرکز پر تشریف لائے تھے۔میرا بیٹا میجر حامد ڈار جو پنڈی میں تھا اس کا تبادلہ اوکاڑہ ہوگیا ہے اور وہ وہاں سے آ گیا ہے۔آج یہاں آ رہا ہے اور چند دن بعد اوکاڑہ چلا جائے گا۔

میری طرف سے تمام برادران اور اہل خانہ کو سلام۔

☆ مرکز پر ماہانہ مجلس اگلے ماہ رمضان شریف میں 2/1 کو نہیں ہوگی اس کی بجائے 16/1 بروز اتوار دن کے وقت (1030 - 1430 )''عید ملن مجلس'' ہوگی۔

☆ سالانہ اجتماع کے لئے یوم عاشورہ کے بعد مجوزہ تاریخ 22, 23, 24 اپریل (جمعہ، ہفتہ ،اتوار) ہے۔

## (مورخہ ۱۳ جون ۲۰۰۰ء از نوکھر ضلع گوجرانوالہ)

## (بنام غلام مرتضیٰ صاحب۔اسلام آباد)

آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔شریف الدین صاحب کے بارے میں تشویش ہے۔دعا کرتا رہتا ہوں اللہ تعالیٰ انجام بخیر فرمائے۔آمین۔آپ کو گریڈ 18 میں ترقی مبارک ہو۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ دنیا اور روحانیت کے مزید اعلیٰ مقامات سے نوازے اور سرخرو فرمائے۔آمین۔ سلسلہ توحیدیہ کے غیر تحریری آئین کے مطابق پروموشن پر جو Increment ہوتا ہے وہ شیخ سلسلہ کو بھیجا جاتا ہے اس میں سے بھائیوں کو مٹھائی بھی کھلائی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں قبلہ حضرتؒ کا خط جو مجھے لکھا گیا تھا وہ جولائی یا اگست کے مجلّہ میں چھپ رہا ہے۔لہذا آپ میرا حصہ فوراً روانہ فرمائیں۔جزاک اللہ۔

آپ اپنے مرحوم عزیز کی بیوہ کی جو مالی امداد کر رہے ہیں یہ بہت بڑی نیکی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی جزا دنیا میں بھی دے گا۔ایسے کام حتی الوسع کرتے رہنا چاہئے کیونکہ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

آپ نے سلسلہ کے بزرگان کا جو تذکرہ دیا تھا وہ میں نے ایک نظر دیکھا ہے اور کافی اچھا لکھا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین!انشاءاللہ یہ کتاب ایڈیٹر صاحب کے حوالے کردونگا تا کہ مجلّہ میں قسطیں چھپتی رہیں۔

سلسلہ کی تعلیم کے فروغ کے لئے سوچتے رہنا چاہئے اور نئی تجاویز آتی رہنی چاہئیں۔الحمدللہ آپ کا اسی طرف رجحان ہے جو بہت اچھی بات ہے۔

حلقے کی تعداد بڑھانے کے لئے آپ جو کوشش کر رہے ہیں اللہ اس کی جزا دیگا۔یہ کام بہت ہی اہم ہے ہمارے ملک کا مستقبل اسی کام سے وابستہ ہے۔سلسلہ کے سارے بھائیوں کو چاہئے کہ دوسرے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے لئے لازمی وقت نکالیں اور انہیں اپنی تعلیم سے متعارف کروائیں۔انہیں کتابیں اور مجلّے پڑھنے کو دیں اور ذکر کی محفل میں شرکت کی دعوت دیں۔چراغ راہ میں ایک جگہ بانی سلسلہؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہر اہل بھائی ایک سال میں کم از کم ایک بھائی کی اصلاح کر کے حلقے میں شامل کرے۔اس لئے اس کام پر بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔خادمان حلقہ کو چاہئے کہ بھائیوں کو ترغیب دیں اور انہیں اس کا طریقہ بتائیں۔اللہ تعالیٰ خلوص سے کام کرنے والوں کی ضرور مدد فرماتا ہے۔راولپنڈی کا حلقہ فنڈ باقاعدگی سے نہیں آتا۔یہ اچھی بات نہیں ہے۔حلقہ فنڈ بذریعہ منی آرڈر ہر ماہ آنا چاہئے۔جتنا بھی جمع ہو ہر ماہ آنا ضروری ہے۔اور اس کا ہدایات کے مطابق حلقہ بک میں ریکارڈ رکھیں۔

اگر ممکن ہو تو آپ ذکر نفی اثبات میں اضافہ کر دیں۔اب ظرف بڑا ہو گیا ہے اسلئے پرانے کوٹہ سے نشہ و سرور پیدا نہیں ہو گا۔دس منٹ کا خصوصی پاس انفاس اگر دو ٹائم نہیں تو سونے سے قبل ضرور کیا جائے۔

باقی سب برادران بخیریت ہیں۔گکھڑ کے بھائی شفیق احمد کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئی ہیں۔ان کی مغفرت کے لئے سب بھائی دعا کریں اور آپ حلقہ کی طرف سے تعزیت کا خط بھی لکھیں۔تمام برادران کی خدمت میں سلام۔امریکہ سے مولوی محمد یعقوب، امجد نواز صدیقی اور کوریا سے وسیم صاحب نے سب کو سلام کہا ہے۔اہل خانہ کو سلام۔

# انسان، قرآن اور ماہ رمضان

(قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

جب تک انسان کی حقیقت اور اس کی زندگی کا مقصد معلوم نہ ہو دین اسلام کے احکام کی حکمت اور اہمیت اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتی۔قرآن کریم کے مطالعہ سے انسانی زندگی کی جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی ابتدا مادی دنیا سے نہیں ہوتی اور نہ ہی موت اس کا انجام ہے۔تمام انسانوں کی ارواح روزاول ہی وجود میں آ گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے مطابق اپنی اپنی باری پر اس دنیا میں آ کر جلوہ گر ہوتی اور مقررہ مدت بسر کرنے کے بعد واپس چلی جاتی ہیں۔قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو تمام چیزوں کا علم عطا فرما کر ملائکہ پر فضیلت عطا فرمائی لیکن ابلیس نے اس کی برتری تسلیم نہ کی اور اسے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔وہ نسل انسانی کا دشمن بن گیا اور اس کو صراط مستقیم سے ہٹانے کے لیے اپنی ذریت، لاؤ لشکر اور تمام حربوں سے لیس پوری طرح مصروف عمل ہے۔

اللہ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حوّاؑ کو کچھ عرصہ کے لیے جنت میں رکھا تا کہ ان کی ارواح اپنی منزل سے آشنا ہو جائیں۔اللہ نے انہیں واضح طور پر ایک درخت سے دور رہنے کا حکم فرمایا لیکن ابلیس نے انہیں نافرمانی پر اکسایا۔ابلیس نے خود بھی اللہ کے واضح حکم کے باوجود سجدہ نہیں کیا تھا اور منطقی دلائل پیش کرنے کی وجہ سے مردود ہو گیا۔اس نے ان دونوں کو بھی مختلف دلائل دینے شروع کیے اور ساتھ ہی قسمیں کھا کر اپنی خیر خواہی کا یقین دلا کر فریب دینے میں کامیاب ہو گیا۔لیکن ابلیس کے برخلاف جو اپنی غلطی پر اکڑ گیا آدمؑ نے ندامت کا اظہار کیا اور اللہ سے سیکھے ہوئے کلمات کے ذریعے سے مغفرت طلب کی اور

اللہ نے انہیں معاف فرمادیا۔اس سے واضح ہوگیا کہ ازلی اور پیدائشی گناہ کا نظریہ درست نہیں ہے۔آدمؑ کو زمین کی خلافت عطا کرنے کے لیے ہی پیدا کیا گیا تھا اس لیے انسان کو اس مادی دنیا میں کسی جرم کی سزا بھگتنے کے لیے نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ گوناگوں اہلیتوں کے اظہار اور اپنی شخصیت کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔عالم ارواح ہی میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پشت سے قیامت تک آنے والی تمام ارواح کو نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا پختہ عہد لے لیا تا کہ مادی دنیا کی بھول بھلیوں، عالم اسباب کے پردوں، نفس کی سرکشی اور سفلی لذت میں انہماک کی وجہ سے کوئی انسان اس وہم اور گمراہی میں مبتلا نہ ہوجائے کہ میں بالکل آزاد اور اپنی مرضی کا مالک ہوں، نہ کوئی میرا آقا اور ربّ ہے اور نہ ہی میں کسی کے سامنے اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہوں۔یا پھر اللہ کو چھوڑ کر اس کی مخلوق میں کسی کو اپنا ربّ بنا کر ظلمِ عظیم کا مرتکب ہوجائے قرآن وضاحت کرتا ہے کہ یہ عہد اس لیے لیا گیا تا کہ کوئی انسان روزِ قیامت یہ نہ کہہ سکے کہ:

**أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ۔ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ (سورۃ الاعراف: ۱۷۲-۱۷۳)**

مجھے تو اس کی خبر ہی نہ تھی اور نہ ہی یہ بہانہ بنا سکے کہ آباؤاجداد کی گمراہی کی وجہ سے میں حقیقت کو نہ جان سکا۔

اگرچہ یہ عہد عام انسانوں کو شعوری طور پر ہرگز یاد نہیں لیکن روح کی گہرائیوں میں موجود ہے اور مرنے کے بعد جب مادے کے حجابات اٹھ جائیں گے تو پھر سب کچھ یاد آجائے گا۔حیاتِ ارضی میں انسان کے طرزِ عمل اور اس کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار اس عہدِ الست کو تسلیم کر لینے یا اس سے انکار کر دینے پر ہے۔اللہ کی بے پایاں رحمت

نے اس عہد پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آدمؑ کو زمین پر بھیجنے سے پہلے فرمادیا کہ:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ. وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

(سورۃ البقرۃ: ۳۹-۳۸)

میری طرف سے تمہیں ہدایت اور رہنمائی آتی رہے گی جو اس پر چلیں گے نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ میری آیات کو نہیں مانیں گے اور جھٹلائیں گے تو وہ لوگ آگ کے عذاب کے مستحق ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اس مادی زندگی کی تربیت گاہ میں ہر چیز انسان کی سہولت اور خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔اولاد آدم کے فرض منصبی اور خلافت ارضی کا یہ تقاضا ہے کہ ان تمام چیزوں کو زیر نگیں کر کے اپنی اہلیت کو ثابت کر دے۔اس جدو جہد ہی میں اس کی روح کی ترقی اور شخصیت کی تکمیل کا راز بھی پوشیدہ ہے۔اسلام مادی دنیا سے بے زاری اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اسے تسخیر کر کے آگے ہی آگے بڑھنے اور اللہ کو اپنی منزل بنانے کی ترغیب دیتا ہے جیسا کہ علامہ محمد اقبالؒ نے بالِ جبریل میں فرمایا:

کمال ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری
کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری

لیکن جوانسان متاع دنیا کوسب کچھ سمجھ کراس تربیت گاہ ہی سے دل لگا لے اور اللہ کے دین کی یاددہانی کے باوجود بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہ لائے ،وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوجائے گا۔اب اس کی نگاہوں سے نہ صرف زندگی کا مقصد اوجھل ہوجائے گا بلکہ اپنی ذات کی حقیقت سے بھی بے گانہ ہوجائے گا۔ایسا انسان سفلی جذبات کی تسکین اور مادی لذات کے حصول میں غرق ہوکر حیوانوں کی سطح پر گر جاتا ہے۔حالانکہ انسان کی فلاح اس امر میں ہے کہ دنیا کی نعمتوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے بھی اس کی محبت میں مبتلا نہ ہو کیوں کہ ساری خرابی دنیوی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ الْخَطِیْئَہ ”یعنی دنیا کی محبت ہی ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔“ سب سے زیادہ محبت انسان کواپنے اللہ سے کرنی چاہیے جواس کا معبوداور محبوب ہے۔سورۃ البقرۃ میں ارشادہوا:

**وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورة البقرة: ١٦٥)**

جولوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔

صرف اس طرزفکرہی سے انسان ماسواءاللہ کے خوف سے نجات پا کرحقیقی آزادی اوراشرف المخلوقات کے مقام پر فائز ہوسکتا ہے۔علامہ محمد اقبالؒ نے ضرب کلیم میں فرمایا:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگرانسان اس حقیقت کوتسلیم کرلے کہ میرا مالک، آقااوررب اللہ تعالیٰ ہے۔اس نے موت و حیات اورزمین کی ساری نعمتیں میری تربیت اورآزمائش کے لیے تخلیق فرمائی ہیں۔مجھے اللہ کے پاس واپس لوٹنا ہے۔جہاں مادی دنیا میں میری کارکردگی کی مناسبت سے مجھے جزاوسزا

ملے گی تو وہ مومن یعنی حقیقت کو مان لینے والا کہلوائے گا۔ اب اسے اپنی منزل کی فکر دامن گیر ہو جائے گی کہ کس طرح بھرپور دنیوی زندگی بسر کرتے ہوئے اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا کے منفی اثرات سے بچ کر اللہ کے قرب کی منزل کی طرف رواں دواں رہ سکے۔ اس جذبہ کو تقویٰ کا نام دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے معنی خوف ڈر اور پرہیز گاری کے بھی ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ اللہ کی محبت کی کشش کے معنی بھی اس میں پوشیدہ ہیں۔ آپ آسانی کی خاطر تقویٰ کو "فکر منزل" کہہ لیں۔ یہ فکر جس قدر قوی ہوگی اتنا ہی ایک مومن ان خواہشات، لذات اور اعمال سے بچنے کی کوشش کرے گا جو اسے اللہ کی یاد سے غافل کر دیں وہ اس جدوجہد میں لگ جائے گا کہ زندگی اللہ کی منشاء کے مطابق گزارے تا کہ اس کے قرب اور رضا کا مقام حاصل کر سکے۔ اس طرح بنی نوع انسان دو بنیادی گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی الوہیت، رسولوں کی رسالت اور یوم آخرت کا انکار کرنے والے کفار کی ملت اور ان حقائق کو مان کر اللہ کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے مسلمانوں کی ملت۔ اللہ کے نظام کے تحت کفار کی حمایت کرنے، انہیں اندھیروں کی طرف لے جانے، ان کے برے اعمال کو اپنے فریب سے خوشنما بنا کر دکھانے اور عذاب دوزخ کی طرف لے جانے والے شیاطین کی فوجیں موجود ہیں۔ اس طاغوتی لشکر کا سرکردہ ابلیس ہے۔ اس کے برعکس اہل ایمان کی راہنمائی کرنے اور انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے والے رسولوں کا مبارک گروہ ہے جس کے سردار و سالار حضور ابد قرار، کالی کملی والی سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ خود مومنوں کا مولا، حمایتی اور مددگار ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتے اہل ایمان کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کے لیے ان پر رحمتوں کا نزول فرماتے ہیں:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

(سورۃ المومن: ۸-۷)

اللہ کے عرش کو اٹھانے والے اور اس کے گرد جو فرشتے ہیں وہ اللہ کی تسبیح کرتے اور اہل ایمان کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ کہ اے اللہ مومنین کی مغفرت فرما انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل فرما اور ان کے جو باپ دادا اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی جنت میں داخل فرما۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین پر کس قدر رحیم ہیں اور اپنی رحمت سے ان کی مغفرت کے لیے کیا کیا انتظامات کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ کے انسانوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے، ان کی زندگی کی غرض و غایت سے آگاہ کرنے اور اپنے قرب کی طرف لے جانے والی سیدھی راہ کی نشاندہی کرنے کے لیے حضور خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر گزشتہ تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی، قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہدایت مہیا کرنے والی کامل ترین نظام حیات پیش کرنے والی کتاب ''القرآن'' نازل فرمائی۔ اس کتاب کی فصاحت و بلاغت، اس کا انداز تبشیر و تنذیر، اس میں اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر دیئے گئے ناقابل تردید دلائل، اس میں

بیان کردہ قصص و امثال، گزشتہ اقوام وملل کے حالات، اخروی زندگی کی حقیقت اور اس میں پیش آنے والے واقعات، نیکوکاروں اور مجرموں سے کیے جانے والے معاملات کی تفصیل اپنے اندر غافل دلوں اور خوابیدہ ضمیروں کو بیدار کرنے اور سینوں کو منور کرنے کے ہزارہا سامان لیے ہوئے ہے لیکن اس سے صحیح راہنمائی اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے سب سے بنیادی شرط تقویٰ کا ہونا ہے۔ جسے اپنے ربّ سے ملاقات ہونے کا یقین ہی نہ ہو اس میں صراط مستقیم معلوم کرنے کی طلب بھلا کیونکر ہو سکتی ہے۔ ہر شے کی قدر و قیمت طلب ہی سے متعین ہوتی ہے۔

اگرچہ انسانی تاریخ، فلسفہ، نفسیات، طبعیات، فلکیات اور روحانیات کے غیر مسلم علماء بھی اس کے مطالب و معنی کی گہرائی اور وسعت جان کر حیران و ششدر رہ جاتے اور اپنے اپنے علمی مقام کے مطابق اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید کا اصل مقصد بنی نوع انسان کو ہدایت مہیا کرنا ہے اور اسے وہی حاصل کر سکتا ہے جس کے اندر تقویٰ، فکر منزل اور ذوق پرواز ہو گا۔ جو شخص اس جذبہ سے خالی ہو اس کا علم خواہ کتنا ہی متنوع اور وسیع ہو قرآن کی حقیقی روح سے نا آشنا اور اس سے فیض یاب ہونے سے محروم رہے گا۔ اس کتاب سے ہدایت کا اکتساب تقویٰ کے معیار کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے جیسے ایک مومن میں تقویٰ بڑھتا چلا جاتا ہے ویسے ویسے قرآنی اسرار و رموز اور اسلام کی حقانیت کے لیے اس کا سینہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ اس سے یہ امر روشن ہو کر سامنے آ گیا کہ قرآنی ہدایت اور تقویٰ میں ایک خصوصی ربط و تعلق ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا اور ترقی کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیم کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں خیر و خوبی کے مصدر کی خشت اول

اسلامی طرز حیات کا راہنما اصول کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی انسان سچے دل سے یہ حقیقت تسلیم کر لے کہ میرا معبود اور حاکم اللہ ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کی اطاعت اور اتباع ہی میں میری دنیوی اور اخروی فلاح ہے۔تمام آسمانی کتابوں کا بنیادی پیام اور انبیاء کی تعلیم کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یوم آخرت پر ایمان لا کر موت کے بعد والی حقیقی اور ابدی زندگی کو دنیا کی عارضی زندگی پر ترجیح اور فوقیت دینا ہے۔ان عبادات کی ادائیگی سے ایک مومن اپنا قلبی تعلق متاع دنیا سے توڑ کر اللہ کی ربوبیت کا زبانی اقرار اور عملی اظہار کرتا رہتا ہے۔مثال کے طور پر نماز ہی کو لے لیں جسے حضورﷺ نے دین کا ستون اور جنت کی کنجی فرمایا ہے۔اس کے ذریعے سے مومن تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اپنے گھر، اہل وعیال، کاروبار، ملازمت اور جسمانی راحت و آرام کی محبت کو توڑتا رہتا ہے تا کہ یہ تعلق پختہ ہو کر خسران کا باعث نہ بن جائے۔وہ متاع غرور اور وہم وگمان سے اپنا رشتہ منقطع کر کے اللہ کے حضور اپنا سر نیاز خم کر کے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ اس کی وفاؤں کا قبلہ اور محبت کا مرکز صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بابرکت ذات ہے۔اسی طرح زکوٰۃ اور حج بھی مال وزر، اہل وعیال اور ارض وطن کی محبت کو مطلوبہ اعتدال پر لانے اور اللہ سے اپنا تعلق بڑھانے کے وسائل ہیں۔

سورۃ التوبہ میں ارشاد ہوا ہے:

**إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (سورة التوبة: 111)**

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے اموال اور ان کی جانیں جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔

حضورﷺ کی ایک حدیث مبارکہ بھی ہے ’’تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتے جب تک اپنی خواہشات کو اس کے تابع نہ کرلو جو میں لایا ہوں۔‘‘اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور ایمان کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ بندہ اپنی تمام خواہشات کو اپنے ربّ کی رضا کے ماتحت کردے۔اس معیار کے حصول کے لیے نفس کے سرکش گھوڑے کو اطاعت کی مضبوط لگام دینا اور مادی لذات کی محبت کو منقطع کرنا نہایت ضروری ہے۔یہ اہم مقصد ایک مربوط اور پرازحکمت تربیتی نظام کا تقاضا کرتا ہے۔چنانچہ اسی غرض کے لیے مومنین پر روزے فرض کیے گئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا کہ اللہ کی طرف سے یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ گزشتہ تمام امتوں کو بھی نفس کی اصلاح کرکے تقویٰ کو تقویت دینے کے لیے یہی کارگر نسخہ عطا کیا گیا تھا۔ انسانی نفس کی یہ فطرت ہے کہ فاقے سے کمزور اور مضمحل ہوکر اپنی بہیمیت سے رک جاتا ہے اور اس کی اس حالت سے فائدہ اٹھا کر اسے اللہ کی اطاعت و بندگی کی طرف مائل کیا جاسکتا ہے۔یہ یاد رہے کہ درندوں کو سرکس میں مختلف کرتب دکھانے کی تربیت دینے کے لیے بھی پہلے انہیں کئی کئی دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے اور پھر اپنی خوراک تک پہنچنے کے لیے مطلوبہ کرتب کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے اس لیے مومنین کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ روزے کا مقصود بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ نفس کی اصلاح کرنا ہے اس لیے اس مقصد کو شعوری طور پر پیش نظر رکھتے ہوئے بھوک کی حالت میں جسم کے تمام اعضا اور نفس کی خواہشات کو احکام الٰہی کا پابند بنا کر روزے سے حقیقی فائدہ اٹھانا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ حضورﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہم بن جائیں جس میں آپﷺ نے فرمایا ’’کئی روزہ دار ایسے ہوں گے جنہیں روزے سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔‘‘ آخر میں ان حکمتوں اور برکتوں کا ذکر کرنا ہے جو ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دینے میں ہیں۔یہ بھی جانتے ہیں کہ

انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کے نزول کا شرف ماہ رمضان کو عطا ہوا جس کی وجہ سے یہ مہینہ ہمیشہ کے لیے خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا حامل بن گیا ہے۔اس مہینہ کی ایک خاص رات لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کی انفرادیت سے نوازا گیا۔ بعض روایات کے مطابق گزشتہ آسمانی کتابیں بھی اسی ماہ مبارک میں اتاری گئی تھیں۔

اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہوتے ہیں

اسی لیے حضور ﷺ نے اسے خاص طور پر اللہ کا مہینہ فرمایا ہے۔اللہ کی رحمت سے اس میں برائی کے اثرات کم اور نیکی کے ثمرات کئی گنا زیادہ کر دیئے جاتے ہیں۔جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس لیے نفس کو زیر کر کے روحانی قوتوں کو ترقی دینے یعنی تقویٰ کو فروغ دینے کے لیے اس ماہ سے بہتر مہینہ اور کون سا ہو سکتا تھا اس لیے ہماری سہولت کے لیے اللہ رحیم و کریم نے ماہ رمضان ہی کو ماہ صیام قرار دے دیا تا کہ اس کی رحمتیں اور برکتیں بھی ہماری معاون بن جائیں۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس نور سے استفادہ تقویٰ کی عدم موجودگی میں ممکن ہی نہیں چنانچہ قرآن کریم کے شروع میں فرما دیا گیا کہ اس کتاب میں متقین کے لیے ہدایت ہے۔اسی مناسبت سے قرآن کے نزول والے بابرکت مہینہ ہی کو تقویٰ کی ترقی کے لیے مخصوص فرما دیا گیا ،اسی لیے پورے عالم اسلام میں اس ماہ کے دوران کثرت کے ساتھ قرآن کی تلاوت اور سماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے تا کہ روزے سے حاصل ہونے والی روحانی صلاحیت کی بدولت مومنین پر قرآن کی حقانیت روشن سے روشن تر ہوتی چلی جائے اور اسلام ان کے دلوں میں گھر کر جائے اور پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو کر اللہ کے انعام و اکرام کے حق دار بن جائیں۔

ماہ صیام کی تربیت اگر پورے اہتمام اور ظاہری اور معنوی لوازمات کی کامل پابندی کے ساتھ مکمل کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے باقی گیارہ مہینوں میں اس کے اثرات قائم نہ رہیں۔ اگر کبھی تقویٰ میں کمزوری محسوس ہونے لگے تو نفلی اور سنت روزہ سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ **الصوم الجنة** "روزہ ایک ڈھال ہے" تو مومن کو چاہیے کہ اپنے حقیقی دشمن یعنی شیطان کے حملوں کو روکنے کے لیے اس دفاعی ہتھیار کو پوری قوت اور شدت سے استعمال بھی کرے۔ جب بھی شیطان کی طرف سے کسی حرام کام کے ارتکاب کے لیے دل میں وسوسہ پیدا ہو تو مومن کو چاہیے کہ ماہ رمضان کے دوران ضبط نفس کی تربیت کو یاد رکھے۔ یہ لمحہ مومن کے ایمان اور تقویٰ کے امتحان کا ہوتا ہے۔ جو مومن بندہ ماہ رمضان میں اپنے ربّ کے حکم پر روزے کے دوران حلال رزق اور جائز جنسی خواہشات سے بھی اپنے آپ کو روک لیتا ہے اس کے لیے کسی حرام فعل کا ارتکاب یا اللہ کی معصیت سے اپنے آپ کو باز رکھنا تو آسان تر ہوتا ہے، ایسے ہی کردار کے حامل لوگ متقین کہلاتے ہیں اور آخرت میں جنت کی نعمتیں بھی متقین کے لیے ہی وقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو رمضان المبارک کی برکتوں سے کامل طور پر مستفیض فرما کر متقین اور مقربین میں شامل فرمائے۔ آمین!

# رمضان المبارک کے آداب

(حافظ محمد یاسین)

1- رمضان المبارک کا شایان شان استقبال کرنے کے لئے شعبان ہی سے ذہن کو تیار کیجئے۔اور شعبان کی پندہ تاریخ سے پہلے پہلے کثرت سے روزے رکھئے۔حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ سب مہینوں سے زیادہ شعبان کے مہینوں میں روزے رکھا کرتے تھے۔

2- پورے اہتمام اور اشتیاق کے ساتھ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں اور چاند کو دیکھ کر یہ دعا پڑھیں۔

ترجمہ!"خدا سب سے بڑا ہے خدایا یہ چاند ہمارے لئے امن وایمان کی سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما۔اور ان کاموں کی توفیق کے ساتھ جو تجھے محبوب اور پسند ہیں۔اے چاند ہمارا رب اور تمہارا رب اللہ ہے۔"ہر مہینے کا نیا چاند دیکھ کر یہی دعا پڑھنی چاہئے۔

3- فرض نمازوں کے علاوہ نوافل کا بھی خصوصی اہتمام کیجئے اور زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کے لئے کمر بستہ ہو جائیے۔

یہ عظمت و برکت والا مہینہ خدا کی خصوصی عنایت اور رحمت کا مہینہ ہے شعبان کی آخری تاریخ کو نبی پاک نے رمضان کی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو تم پر ایک بہت عظمت و برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے خدا نے اس مہینے کے روزے فرض

قرار دیئے ہیں ۔اور قیام لیل (مسنون تراویح) کو نفل قرار دیا ہے جو شخص اس مہینے میں دل کی خوشی سے بطور خود کوئی ایک نیک کام کرے گا وہ دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر اجر پائے گا اور جو شخص اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے گا خدا اس کو دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے برابر ثواب بخشے گا۔''

4- پورے مہینے کے روزے نہایت ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ رکھئے اور اگر کبھی مرض کی شدت یا شرعی عذر کی بنا پر روزے نہ رکھ سکیں تب بھی احترام رمضان میں کھلم کھلا کھانے کی سختی سے پرہیز کیجئے اور اس طرح رہیے کہ گویا آپ روزے سے ہیں۔

5- تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کیجئے اس مہینے کو قرآن پاک سے خصوصی مناسبت ہے قرآن پاک اسی مہینے میں نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتابیں بھی اسی مبارک مہینے میں نازل ہوئیں ۔اس لئے اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے کی کوشش کریں۔

6- قرآن پاک ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کیجئے کثرت تلاوت کے ساتھ ساتھ سمجھنے اور اثر لینے کا بھی خاص خیال رکھئے۔

7- تراویح میں پورا قرآن سننے کا اہتمام کیجئے ایک بار رمضان میں پورا قرآن پاک سننا مسنون ہے۔

8- تراویح کی نماز خشوع وخضوع اور ذوق وشوق کے ساتھ پڑھیئے اور جوں توں بیس رکعت کی گنتی پوری نہ کیجئے بلکہ نماز کو نماز کی طرح پڑھیے تا کہ آپ کی زندگی پر اس کا اثر پڑے اور خدا سے تعلق مضبوط ہو اور خدا توفیق دے تو تہجد کا بھی اہتمام کیجئے۔

9- صدقہ اور خیرات کیجئے ،غریبوں ، بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کیجئے اور ناداروں کی سحری اور افطار کا اہتمام کیجئے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔"یہ مواسات کا مہینہ ہے یعنی غریبوں اور حاجت مندوں کے ساتھ ہمدردی کا مہینہ ہے۔ ہمدردی سے مراد دلی ہمدردی بھی ہے اور زبانی ہمدردی بھی، ان کے ساتھ گفتار اور سلوک میں نرمی برتئے۔ ملازمین کو سہولتیں دیجئے اور مالی اعانت کیجئے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سخی اور فیاض تو تھے ہی مگر رمضان میں تو آپ کی سخاوت بہت ہی بڑھ جاتی تھی۔ جب حضرت جبریل ہر رات کو آپ کے پاس آتے اور قرآن پاک پڑھتے اور سنتے تھے تو ان دنوں نبی پاک ﷺ تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض ہوتے تھے۔

10- شب قدر میں زیادہ سے زیادہ نوافل کا اہتمام کیجئے اور قرآن کی تلاوت کیجئے۔ اس رات کی اہمیت یہ ہے کہ اس رات میں قرآن نازل ہوا قرآن میں ہے"ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کے انتظام کے لئے اترتے ہیں۔ سلامتی ہی سلامتی ہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے"۔

حدیث میں ہے کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی رات ہوتی ہے اس رات کو یہ دعا پڑھیے۔

"خدایا تو بہت ہی زیادہ معاف فرمانے والا ہے کیونکہ معاف کرنا تجھے پسند ہے پس تو مجھے معاف فرما دے۔"

11- رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیجئے۔

نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کا

بیان ہے کہ رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی ﷺ راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت فرماتے اور گھر والوں کو بھی جگانے کا اہتمام کرتے اور پورے جوش اور انہماک کے ساتھ خدا کی بندگی میں لگ جاتے۔"

12- نہایت عاجزی اور ذوق وشوق کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دعائیں کیجئے۔حدیث پاک میں ہے کہ خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔

13- صدقۂ فطر دل کی رغبت کے ساتھ پورے اہتمام سے ادا کیجئے اور عید کی نماز سے پہلے ادا کر دیجئے بلکہ اتنا پہلے ادا کر دیجئے کہ حاجت مند اور نادار لوگ سہولت عید کی ضروریات مہیا کر سکیں اور وہ بھی سب کے ساتھ عید گاہ جا سکیں اور عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر امت کے لئے اس لئے ضروری قرار دیا تا کہ وہ ان بیہودہ اور فحش باتوں سے جو روزے میں روزہ دار سے سرزد ہو گئی ہوں کفارہ بنے۔اور غریبوں اور مسکینوں کے کھانے کا انتظام ہو جائے۔

14- رمضان کے مبارک دنوں میں خود زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی نہایت سوز، تڑپ، نرمی اور حکمت کے ساتھ نیکی اور خیر کے کام کرنے پر ابھاریئے۔

تا کہ پوری فضا پر خدا ترسی، خیر پسندی اور بھلائی کے جذبات چھائے رہیں اور سوسائٹی زیادہ سے زیادہ رمضان کی بیش بہا برکتوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

ماخوذ از آسان فقہ

محمد یوسف اصلاحی

# احسان ناشناسی

(حافظ محمد یاسین)

ایک دفعہ خدا تعالیٰ نے عزرائیل (ملک الموت) سے پوچھا کیا تجھے کبھی جان قبض کرتے ہوئے کسی پر رحم بھی آیا ہے؟ عزرائیل نے عرض کیا۔ دل تو بار ہا کڑھتا ہے مگر مالک کے حکم کے سامنے دم زدن نہیں۔ ہاں ایک دفعہ کی یاد ابھی تک ستا رہی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک جہاز سمندر میں سبک روی سے اس طرح جا رہا تھا جس طرح دریا میں مرغابی۔ تو نے فرمایا کہ جہاز کو بھنور میں پھنسا دو اور اس کے کیل کانٹے الگ کر دو۔ چنانچہ جہاز تباہ کر دیا گیا اور اہل جہاز غرق ہو گئے۔ صرف دو دم سلامت رہے۔ ایک ماں تھی اور اس کا ایک نوزائیدہ بچہ۔ دونوں ایک تختے پر پڑے بہے جا رہے تھے۔ آہ بچے کی چاندی صورت نہ بھولے گی جو ماں کی چھاتی سے لپٹے بڑے ناز سے دودھ پی رہا تھا۔

ماں بھی جب بچے کو دیکھتی تھی تو اس کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا وہ اس مصیبت کو بھول جاتی تھی جس میں وہ پڑی ہوئی تھی۔ آخر تختہ کنارے پر لگا۔ میں خوش ہوا کہ ماں بچے کی جان بچی۔ مگر مجھے حکم ہوا کہ بچے کی ماں کی روح قبض کر لوں میں نے حکم کی تعمیل میں بچے کی ماں کی جان تو نکالی مگر یتیم لاوارث بچے کی کسمپرسی کا صدمہ اب تک میرے لیے سوہان روح بنا ہوا ہے۔ اب بھی جب کبھی خیال آ جاتا ہے تو زخم ہرا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حقیقت میں داستان تو ضرور پر الم ہے مگر تجھے یہ بھی معلوم ہے پھر وہ بچہ کس حالت میں رہا؟ عزرائیل نے عرض کیا۔ اللہ غیب کا علم جاننے والا ہے اس پر ظاہر و باطن سے کچھ عیاں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ہم نے موج کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر فلاں ساحل پر ڈال دے جہاں حسین مرغزار تھا اور خار و گل یکساں تر و تازہ نظر آتے تھے۔آب شیریں کے بے شمار چشمے رات دن اچھلتے کودتے تھے۔ہم نے چنبیلی کو حکم دیا کہ اس بچے کو نیچے پھولوں کی سیج بچھا دے۔سورج سے کہا کہ وہ چمکے مگر بچے کو گرمی سے ضرر نہ پہنچائے ہوا کو تاکید کی کہ وہ بہت ہلکی ہلکی چل کر بچے کے جسم پر لگے بادل کو فرمان تھا کہ وہ اس کے گرد ذرا فاصلے پر برسے تاکہ بچے کو خشکی تو پہنچے مگر اس کے جسم کو نمی سے تکلیف نہ ہو۔

وہاں کے درخت پھلوں سے اس قدر لدے ہوئے تھے کہ شاخیں جھک جھک کر پھل خودبخود اس کے منہ میں ڈال دیتی تھیں۔ایک شیرنی کے دل میں ہم نے رحم ڈال دیا۔وہ دن میں کئی بار آتی اور اسے دودھ پلاتی۔شیرنی کے خوف سے کوئی اور درندہ اسے گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔

جب بچہ اس طرح پل رہا تھا تو ایک بادشاہ ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ادھر آنکلا بچے کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔اسے اٹھا کر بیگم کے پاس لے گیا۔ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔انہوں نے اسے بیٹا بنا کر پالا وہ پل کر شیر جیسا جوان ہوا۔آخر وہ تخت و تاج کا مالک بن گیا اور غرور و تکبر سے ہمارے بندوں کو لوٹنے مارنے لگا۔وہ سرکشی میں یہاں تک بڑھا کہ خودخدا بن بیٹھا اور اپنے مجسمے بنوا کر سجدے کرانے لگا اس نے ایک بڑے میدان میں اپنی تمام رعایا کو جمع کیا اور حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں وہ سجدہ نہ کریں گے تو انہیں آگ میں جلا دیا جائے گا۔

عام آدمی تو رہے ایک طرف اس نے ہمارے پیارے خلیل (ابراہیم) کو بھی آگ میں جھونک دیا مگر ہم نے نار کو تختۂ گلزار کر دیا۔ اے عزرائیل اب بتا کہ جس پر تجھے رحم آیا ہم نے اس کے ساتھ کونسا برا سلوک کیا کہ خاک کا فانی پتلا ہمارا شریک بن بیٹھا؟

عزرائیل بولے اے مخلوقات کے خالق اور مالک تو ہی بھیدوں کا جاننے والا ہے تجھ سے بڑھ کر بندوں پر کون مہربان ہوسکتا ہے، میں نے واقعی خطا کی کہ اس سرکش بچے کی حالت سے بےخبر ہونے کی وجہ سے دل میں خیال ملال کیا۔

انسان اگر کوئی کمال حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ غرور اور تکبر ہرگز نہ کرے کیونکہ اس کی کچھ ہستی نہیں۔خدا ہی کو کبریائی زیبا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔لیکن انسان احسان فراموش اور ناشکرا ہے۔

قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا محتاج ہونے کے باوجود اس کے احسانات سے اپنی آنکھیں بند کر کے کفر و طغیان کی راہ پر چل نکلتا ہے۔دنیا میں اپنے خالق کا بندہ بن کر زندگی بسر کرنے کی بجائے ہوا و ہوس کا بندہ بن کر ظلم اور خون ریزی پر اتر آتا ہے۔اگر بس چلے اور غلبہ و قوت حاصل ہو جائے تو خدائی کا دعویٰ کرنے سے بھی نہیں چوکتا۔انسان کا نفس برائی اور بغاوت کی رغبت ہی دلاتا ہے۔فرعون' قارون' شداد' اور نمرود بھی انسان تھے۔جب ان کے پاس انسانوں کو غلام بنا لینے کے ذرائع جمع ہو گئے تو وہ اپنے خالق کو بھول کر خود خدا بن بیٹھے۔انسان کے حقیقی کردار کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب دولت' قوت اور اختیارات اس کے ہاتھ میں آ جائیں۔اگر اس کا تزکیہ نفس ہو چکا ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا عاجز بندہ بن کر رہے گا اور تمام ذرائع کو اللہ کی مخلوق کی اصلاح و فلاح میں صرف کرے گا۔اگر اس کے نفس کی اصلاح نہ ہوئی ہو گی تو وہ ظالم و جابر حکمران کا روپ دھار لے گا۔انسان کی حقیقی اصلاح کا انحصار تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب پر ہے۔کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے۔

نفس ما ہم کمتر از فرعون نیست
لیک او را عون ما را عون نیست

یعنی میرا نفس بھی فرعون کے نفس سے کسی طرح کم نہیں ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ اسے دنیوی قوت و شوکت کی مدد حاصل تھی لیکن میں ان سے محروم ہوں۔اگر مجھے بھی وہی ذرائع اور حالات مل جائیں تو میں بھی وہی کروں جو فرعون نے کیا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر غور کرنے اور احسان شناسی کا رویہ اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے احساس ہی سے ایمان کا نور پھوٹتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے۔ قرآنی دعوت کا اسلوب بھی یہی ہے کہ انسان کو اس کی تخلیق اور اللہ کی نعمتوں پر غور وفکر کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ وہ اپنے رحمٰن ورحیم آقا کی شان ربوبیت کے سامنے سربسجود ہو جائے۔ سورہ الواقعہ کے ایک حصے کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو تم کیوں سچ نہیں سمجھتے۔ دیکھو تو جس نطفے کو تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو کیا تم اس سے انسان بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں؟ ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہاں میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ بھلا دیکھو تو جو کچھ تم بوتے ہو تو کیا تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ' کہ ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے بلکہ ہم ہیں ہی بدنصیب۔ بھلا دیکھو تو جو آگ تم سلگاتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟ ہم نے ہی اسے یاد دلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔ تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو" (56:57 تا 74)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق' زمین سے پیدا ہونے والی اس کی خوراک' بادلوں سے برسنے والے پانی اور زندگی کی گاڑی کو ترقی کی راہ پر ڈالنے والی آگ کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کی ربوبیت کے دلائل ہیں۔ اسی طرح کی آیات سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر غور وفکر اور تدبر کرنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کر کے ایمان لے آئے اور خسارے سے بچ جائے۔

# دین محبت

(قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

## قیادت وسیادت

اللہ تعالیٰ کا دین بنی نوع انسان کیلئے محبت واخوت، امن وامان اور دنیا و آخرت میں کامرانی کا ضامن ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اسلام مغرب کے فلسفہ قومیت کی طرح انسانوں کو وطن کی پرستش سکھا کر باہم جنگ وجدل میں مبتلا کرنے کی بجائے وحدت الوہیت، وحدت آدمیت اور تکریم انسانیت کا علمبردار ہے اور پوری نسل انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت اتنی عظیم ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے ایک انسان کو قتل کر دیا وہ اللہ کے ہاں ایسا مجرم ہے جس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا ہو اور جس نے ایک انسانی جان کو بچالیا وہ ایسا محترم ہے جیسے کہ اس نے پوری انسانیت کو بچالیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا۔

''تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو تا قیامت اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔ اور ہاں! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ تم کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔''

حضور محسن انسانیت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں“۔ اس بے پایاں محبت کو مدنظر رکھتے ہوئے غور فرمائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسا دین نازل کریں گے جس میں اس کی پیاری مخلوق کا خون بہانے کی تعلیم دی گئی ہو انبیاء کو بھیجنے کا تو مقصود ہی یہ تھا کہ انسانوں کی اصلاح کر کے انہیں اللہ کی بندگی کی راہ پر لگایا جائے تاکہ وہ ظلم، فساد، لوٹ مار اور خوں ریزی سے باز آ جائیں اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کی راہ پر گامزن ہو کر اللہ کا قرب حاصل کریں۔ انبیا علیہم السلام تو انسانیت کیلئے رحمت بن کر آتے ہیں وہ خود سراپا محبت ہوتے ہیں اور انسانوں کو اللہ کی عبادت اور اسکی مخلوق کی خدمت کی راہ پر لگانے کا عظیم فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اصلاح کرنے والوں کے کام کی مثال ڈاکٹر کے کام کی مانند ہے۔ کسی مریض کی حالت کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو، وہ اپنی لاپروائی سے بیمار ہوا ہو یا ڈاکہ ڈالتے ہوئے زخمی ہو گیا ہو ایک اچھا ڈاکٹر اپنی سرتوڑ کوشش کرتا ہے کہ اس کی جان کسی طرح سے بچ جائے۔ اسی طرح اللہ والے بھی آخر دم تک گنہگار انسانوں کو اللہ کی رحمت کی طرف بلانے میں لگے رہتے ہیں اور ان کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں دُکھ اُٹھاتے اور ان کی گالیاں کھاتے ہیں لیکن ان کی بھلائی اور خیر خواہی کے کام میں لگے رہتے ہیں۔

ایک طرف تو اسلام کی یہ محبت بھری تعلیم ہے اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کا کردار ہے۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے اخلاق تنزل کا یہ عالم ہے کہ معمولی معمولی جھگڑوں اور فروعی قسم کے مسلکی اختلافات پر اپنے ہی کلمہ گو مسلمان بھائیوں کا خون بہانا ہمارا روزانہ کا معمول بن چکا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب اخبارات میں ایک دو قتل کی وارداتیں نہ چھپتی ہوں اس باہم خوزیزی کی وجہ سے خود بھی بدنام ہو رہے ہیں۔ اور اللہ کے سچے دین کی بھی

رسوائی کرا رہے ہیں۔ مسلمان جسے اپنے آقا حضور رحمۃ اللعالمین کے اتباع میں رحمت و رافت، محبت و مودت اور صداقت و امانت کا مظہر اور قرآن کی تعلیم کا مجسم نمونہ ہونا چاہئے اسکا حال یہ ہو گیا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے جتنے بھی پڑھے لکھے اور سکالر قسم کے حضرات اسلام میں داخل ہوئے ہیں ان کی اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ ہم مسلمانوں سے متاثر ہو کر مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ذاتی مطالعہ کے نتیجہ میں قرآن کی صداقت اور حضورﷺ کی عظمت کو پہچان کر ایمان لائے ہیں۔ ان میں سے بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اسلام بہترین دین اور مسلمان بدترین قوم ہیں۔ اگر مسلمان اور اسلام ایک ہو جائیں تو پوری دنیا میں انقلاب برپا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اس کائنات کا مالک ہے۔ زمین اور آسمانوں کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ جس قوم کو مناسب سمجھتا ہے دنیا کا اقتدار عطا کر دیتا ہے اور جب وہ اس کی اہل نہیں رہتی تو اسے معزول کر کے کسی دوسری قوم کو آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ آئندہ بھی اقوام عالم کی قیادت کسی ایسی قوم کو سونپی جائے گی جس کے پاس اللہ کی مخلوق کی خدمت کا مشن اور مناسب اہلیت ہوگی۔ اگر صرف دنیوی فلاح کا کوئی جزوی سا پروگرام ہوگا تو اس کا اقتدار بھی تھوڑے سے عرصے کیلئے ہوگا۔ اگر کوئی قوم بنی نوع انسان کی دنیا و آخرت کی بھلائی کا منشور لے کر اُٹھے اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر کرہ ارض پر اللہ کی حاکمیت کے نفاذ کیلئے سرگرم عمل ہو جائے، ظلم و ستم، جبر و استحصال اور وطن پرستی کی مکروہ اور خونریز سیاست کو ختم کر کے اکرام انسانیت اور وحدت آدمیت کا نیا عالمی نظام رائج کرنے کیلئے کوشاں ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے اقوام عالم کی امامت کے منصب پر سرفراز فرمائیں گے۔ یہ اعزاز صرف اس قوم کو عطا کیا جائے گا جو پہلے خود اللہ کے آئین کی پابند ہو کر اپنی سرزمین میں اللہ کی حاکمیت کے تحت صلوٰۃ و زکوٰۃ کا نظام نافذ کر کے اسے جنت کا نمونہ بنا چکی ہوگی اور محبت و اخوت کے منشور کو

سارے عالم میں پھیلانے کے وسائل پیدا کر چکی ہو گی۔علامہ اقبال کے خیال میں ایسا ضرور ہوتا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

یہ عظیم منصب اُمت مسلمہ کا استحقاق ہے لیکن اس کیلئے محبت واخوت، عدل وانصاف اور صداقت وشجاعت کے معیار پر پورا اترنا اولین شرط ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ کسی خادم انسانیت اور صالح قوم کو ہی آگے لائیں گے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم اللہ کے آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اللہ کی محبت کو بھول کر دنیا کی محبت میں غرق ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں امامت کے منصب سے معزول کر کے دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

**یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ٥** (المائدۃ۔54)

ترجمہ''اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں۔یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں دنیا کی قیادت سنبھالنے والی قوم کی اہم ترین خوبی یہ بیان کی گئی ہے

کہ وہ اللہ سے محبت کرنے والی ہوگی کیونکہ باقی ساری خوبیاں اللہ کی محبت کی وجہ سے ان میں خودبخود موجود ہوں گی۔اس وقت پوری دنیا روحانی کرب اور ذہنی پریشانی میں محض اس لئے مبتلا ہے کہ مادی اور سائنسی قوت ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور نفسانی خواہشات کی تسکین کو ہی مقصود حیات سمجھے ہوئے ہیں۔مغربی تہذیب نے قومیت اور وطن پرستی کے بت تراش کر انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ہر قوم اپنے افراد کی خوشحالی کی خاطر دوسری قوموں کو لوٹنے اور ان کا خون چوسنے کو سیاسی اور معاشی کامیابی کا معیار بنائے ہوئے ہے۔وطن پرستی کی آگ ہی نے گزشتہ عالمگیر جنگوں کو جنم دے کر دنیا کو تباہی سے دوچار کیا اور اب بھی کئی جگہ ایک ہی دین کے پیروکار ایک دوسرے کے دشمن بن کر ناحق خونریزی کر رہے ہیں اور بے یقینی اور جنگ کے مہیب سائے ہر طرف منڈلا رہے ہیں۔ کیمیائی ہتھیاروں ،ایٹم بموں، میزائلوں اور بمبار طیاروں کی تباہ کن قوت نے بنی نوع انسان پر مکمل تباہی کا خوف مسلط کر رکھا ہے کیونکہ مغرب اللہ کے دین کو ترک کر کے چنگیزیت پر اتر آیا ہے اور اپنی طاقت اور ذرائع ابلاغ کو شیطانی مقاصد کے پورا کرنے میں صرف کر رہا ہے۔ امن عالم کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ علوم جدید اور قوت حدید پر کوئی اللہ سے محبت کرنے والی قوم قابض ہو کر اس قوت کو انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے کیلئے استعمال کرے تاکہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔علامہ اقبال اللہ والے فقیروں اور موجودہ دور کے جمہوری امیروں کی حکومتوں کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد
ضمیرش باقی و فانی بہم کرد
و لیکن الاماں از عصر حاضر
کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد

عصر حاضر کے سیاسی نظاموں نے قوت وسلطنت شیطانی ہاتھوں میں مرتکز کر رکھے ہیں۔لیکن مسلمانوں کے سیاسی نظام کا مقصود سیادت و امارت متقین کے ہاتھوں میں دینا ہوتا ہے جو تخت شاہی پر بیٹھ کر بھی فقیری کرتے اور اللہ کے عاجز بندے بن کر اللہ کی مخلوق کی بھلائی ،بہتری اور خدمت کیلئے کام کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔علامہ اقبال ''قوت اور دین'' کے عنوان سے ضرب کلیم میں لکھتے ہیں۔

لا دیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک

دُنیا میں انسانوں کے صرف اور صرف دو گروہ ہیں۔جو لوگ اللہ کی الوہیت اور ربوبیت پر ایمان رکھتے ،اس کی محبت اور اطاعت کی راہ پر چلتے اور بنی نوع انسان کی خدمت کو رضائے الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں قرآن انہیں اہل ایمان، اولیاء اللہ اور حزب اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔ان کی ساری صلاحیتیں بنی نوع انسان کی اصلاح اور فلاح کیلئے وقف ہوتی ہیں۔ان کے برعکس دوسرے گروہ کو اہل کفر، اولیاء الشیطان اور حزب الشیطان کا نام دیتا ہے۔یہ لوگ اپنی ذہانت اور قوت سے یہ کام لیتے ہیں کہ انسانیت کو قوموں اور طبقوں میں تقسیم کر کے انہیں لڑایا جائے اور کمزور قوموں کو اپنا غلام بنا کر ان کا استحصال کیا جائے۔یہ لوگ انسانیت کے بدترین دشمن ہیں۔اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ایسے لوگوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ اس شیطانی گروہ کا پھیلایا ہوا رنگ ونسل ،طول امل ہوا وہوس، فسق وفجور اور جنگ وجدل کا بے بنیاد اور بودا جال توڑ دیا جائے۔یہ جنگ دوسرے انسانوں کو اپنا غلام بنانے کیلئے نہیں لڑی جاتی ہے بلکہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ کرنے کیلئے لڑی جاتی ہے تاکہ اولادِ آدم حقیقی آزادی اور تکریم انسانیت کی نعمتوں سے

مستفید ہو سکے۔اہل ایمان کی طرف سے اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی جنگ انسانیت کیلئے اسی طرح مفید ہوتی ہے جس طرح کسی مریض کیلئے ایک ماہر سرجن کا آپریشن ہوتا ہے۔انسانیت کے دکھوں کو دُور کرنے والے اس بابرکت جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

**اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا۠** (النساء۔76)

ترجمہ:۔’’جولوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کے مقاصد کیلئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطانی گروہ کے مقاصد کیلئے لڑتے ہیں۔سوتم شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔اور ڈرو مت کیونکہ شیطان کا داؤفریب بودااور کمزور ہوتا ہے۔‘‘

اوپر بیان کی گئی ملکی اور بین الاقوامی صورت حال کے تناظر میں اسلام کی سچی تعلیم کے مطابق بانی سلسلہ تو حیدیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی محبت اور بنی نوع انسان کی خدمت کا چراغ روشن فرمایا۔سب سے پہلے خود ہمیں اپنے کردار کو اس تعلیم کے مطابق ڈھالنا اور پھر اس کی برکات کو مملکت خدادا د پاکستان کے کونے کونے تک پہنچانا ہے۔اس سے بہتر اور اچھا اور کوئی کام نہیں کیونکہ محض اللہ کیلئے مخلوق خدا کی اصلاح کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس عظیم اور مبارک کام کی ذمہ داری آپ بھائیوں پر ڈال دی ہے۔ دنیا کو اس وقت قرآن کریم کی سچی تعلیم اور اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کے عملی مظاہرہ کی ضرورت ہے تا کہ نفرتوں اور کدورتوں کو مٹا کر محبت کے پیام کو عام کیا جا سکے۔ اس وقت نہ صرف پاکستان کے رہنے والوں کو محبت کی تعلیم کی ضرورت ہے بلکہ عالم اسلام اور پوری دنیا اس کیلئے چشم براہ ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی اس روحانی اصلاح کی تحریک کا لائحہ عمل اس طرح ہے کہ پہلے تعلیم پر پوری طرح عمل کر کے اپنے اندر مطلوبہ روحانی قوت پیدا کی جائے اور پھر دوسرے بھائیوں کی اصلاح کا کام کیا جائے۔ سلسلہ توحیدیہ کے اوراد و وظائف نہایت مختصر اور سہل العمل ہونے کے باوجود انتہائی موثر ہیں۔ قرآن کریم کی تلاوت اور نماز کی پابندی کے علاوہ صرف دو ذکر بتائے جاتے ہیں۔ پہلا ذکر نفی اثبات یعنی **لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰـه** کا ذکر ہے جو رات کی نمازوں میں سے کسی ایک کے بعد کرنا ہوتا ہے اور اس پر صرف آدھا پونا گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔ دوسرا ذکر پاس انفاس کہلاتا ہے۔ یعنی سانسوں کا خیال رکھا جائے کہ کوئی سانس اللہ کی یاد کے بغیر نہ لیا جائے جو سانس اندر جائے یا باہر آئے اس کے ساتھ زبان ہلائے بغیر لفظ اللہ اس طرح کہا جائے کہ صرف دل کہے اور کان سنیں۔ یہ ذکر چلتے پھرتے اور کام کاج کے دوران ہر وقت اور ہر جگہ کیا جا سکتا ہے اور اس کیلئے کسی خصوصی وقت کی ضرورت ہی نہیں۔ راہ فقر میں ذکر کے ساتھ مجاہدہ بھی کرایا جاتا ہے تاکہ طبیعت میں سے سختی، غرور، غصہ اور حسد وغیرہ جاتا رہے اور نرمی اور شائستگی کے ساتھ انکساری پیدا ہو جائے۔ اگلے زمانے کے شیخ اپنے مریدوں سے سخت مجاہدے کراتے تھے۔ ان سے سقے اور بھنگی کا کام کراتے اور بھیک منگواتے تھے۔ آج کل اس قسم کے مجاہدے ممکن نہیں ہیں۔ اس لئے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم میں مجاہدے کا طریقہ بدل دیا گیا ہے اور اس کیلئے دو چیزیں چھوڑنا ہوتی ہیں۔ اور دو اختیار کرنا پڑتی ہیں۔ چھوڑ دینے والی دو چیزیں غصہ اور نفرت ہیں اور اختیار کرنے والی محبت اور صداقت ہیں۔ مجاہدے کی اس تربیت کیلئے گھر سے باہر نہیں جانا پڑتا بلکہ ان کی مشق گھر کے اندر بہترین طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ اس مختصر ترین تعلیم پر عمل کرنے سے چند ماہ کے اندر ہی انسان اپنی طبیعت میں ایک عظیم تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے۔ نماز اور ذکر میں مزہ آنے لگتا ہے۔

گناہوں اور برائیوں کی طرف رغبت ختم ہو جاتی ہے۔دنیوی تفکرات کا اثر دل پر کم ہوتا ہے اور آخر میں بالکل جاتا رہتا ہے۔ سچے خوابوں اور روحانی سیر کے علاوہ دل میں حرارت یا سوزو گداز کی صورت میں روحانی طاقت پیدا ہو جاتی ہے ۔اس طرح سالک کا دل چھوٹا سا پاور ہاؤس یا ٹرانسمیٹر بن جاتا ہے جس سے اللہ کی محبت کی لہریں نکلتیں اوراس کے پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں ۔یہی چیز فیض صحبت کہلاتی ہے۔ ہمارے مرشد نے اس روحانی قوت سے دلوں کی اصلاح کرنے کیلئے ہی سلسلہ توحیدیہ قائم کیا ہے۔آپ بھی سلسلہ کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر مجسم پیارو پریم بن کر اللہ کی محبت اور اس کی مخلوق کی خدمت والے دین کے علمبردار بن کر آگے بڑھیں ۔اس سے اچھا دنیا میں کوئی کام نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ کی راہ میں ڈال دیا جائے تاکہ اس کی دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں ۔اس عظیم ترین کام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیتے ہوئے نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ٥

(محمد۔7)

ترجمہ''اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا''۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت اور تبلیغ کا عظیم کام اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق سرانجام دینا ہی کامیابی کی ضمانت ہے ۔اس سلسلے میں بہت سی غلط فہمیاں اپنوں اور بیگانوں میں پائی جاتی ہیں ۔جنہیں دور کرنے کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے چند قرآنی حقائق پیش کر رہے ہیں۔

# تصوف کا مقام واہمیت

(قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

## مقام احسان

حضور نبی کریم ﷺ کی ایک طویل حدیث جو حدیث جبریل کے نام سے مشہور ہے جس میں صحابہ کی موجودگی میں حضرت جبرائیلؑ انسانی صورت میں تشریف لائے اور حضور ﷺ سے تین سوالات دریافت کرنے کا ذکر ہے۔وہ سوالات یہ تھے:

i- ایمان کیا ہے؟ ii-اسلام کیا ہے؟ iii-احسان کیا ہے؟

جب جبرائیلؑ چلے گئے تو حضور ﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ یہ جبریل تھے اور آپ کو دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین تین چیزوں پر مشتمل ہے۔ایمان،اسلام اور احسان۔

احسان کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے جو جواب ارشاد فرمایا۔وہ یہ تھا کہ:

**ان تعبداللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک** (صحیح مسلم)

تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔پس اگر تو اسے نہ دیکھ سکے تو یقیناً وہ تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ارکان ایمان پر بالغیب ایمان لانے اور ارکان اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دین ہی کا جزو ہے کہ اپنے اندر باطنی اور روحانی طور پر وہ صلاحیت پیدا کی جائے جس سے اللہ کا قرب ولقا میسر آسکے اور نمازوں میں حضوری

نصیب ہو جائے تا کہ وہ ''اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ'' کی مصداق بن جائیں ۔مرتبہ احسان کا حصول ہی تصوف کا مقصود ہے ۔لیکن تصوف کا لفظ قرآن وحدیث میں کہیں نظر نہیں آتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں دوسرے علوم مثلاً صرف و نحو،علم الکلام ،فقہ،اسماءالرجال ،علم التفسیر ،علم الحدیث کی طرح تصوف بھی مدون نہیں ہوا تھا۔ ان سارے اسلامی علوم کو بعد کے ادوار ہی میں ترقی ملی اور ان کے جاننے والوں کو شہرت نصیب ہوئی۔اگر چہ حضور ﷺ کے سارے صحابہ صوفی تھے۔ان میں فقیہ بھی تھے،محدث بھی اور مفسر بھی لیکن صحابیت کا اعزاز اتنا اعلیٰ وارفع ،قابل رشک اور باعث اکرام تھا کہ تصوف کا نام تو نہ تھا لیکن اس کا کام بہرصورت ہو رہا تھا کیوں کہ مقام احسان جب دین کا اہم جزو ٹھہرا تو اسے کسی صورت میں بھی نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔اس مرتبہ کے حصول کے لیے قرآن اور احادیث میں جن محاسن کا ذکر آیا ہے ان کا مختصر سا تعارف باعث ترغیب اور وجہ ازدیاد شوق ہوگا۔

**دل بینا:** صوفیاء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ اللہ کی ذات کا مشاہدہ ظاہری آنکھوں سے ہرگز نہیں ہو سکتا لیکن کثرت ذکر اور تزکیہ باطن کے ذریعے دل میں ایک آنکھ پیدا ہو جاتی ہے جو ذات باری تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہے ۔جو لوگ اس زندگی میں اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے وہ آخرت میں بھی اسے حاصل نہ کرسکیں گے۔اس دعوے کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے:

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل:۷۲)

جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اور اس سے زیادہ گمراہ ہوگا۔

یعنی جس نے اللہ کو یہاں نہ دیکھا وہ وہاں بھی نہ دیکھ سکے گا۔قرآن پاک میں یہ تشریح کردی گئی ہے کہ یہ اندھا پن ظاہری آنکھوں کا نہیں ہوتا۔ارشاد ہوتا ہے:

فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ (سورہ الحج ۴۶)

پس بے شک ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ قیامت کے اندھے پن کی سزا اللہ کے ذکر سے روگردانی کے سبب دی جائے گی:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی (سورہ طٰہٰ ۱۲۴)

جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا اس کے لیے تنگی کا جینا ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ دل کی بینائی کا انحصار اللہ کے ذکر پر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار جیسی انمول نعمت کے حصول کے لیے دل کی اصلاح تصوف ہی کا موضوع ہے۔طالبان راہ حق اور عاشقان ذات کے لیے یہی علم امید کی کرن عطا کرتا ہے اسی کے بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کرنے سے دل میں وہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ذات کا دیدار کر سکے۔علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا:

نہ ایں عالم حجاب او را نہ آں عالم نقاب او را
اگر تاب نظر داری نگاہے می تواں کردن

یعنی اللہ کے لیے نہ ہی اس عالم میں حجاب ہے اور نہ اُس عالم میں پردہ ہے وہ

ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ اگر اپنے اندر صلاحیت پیدا کر لی جائے تو اسے دیکھنا ممکن ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ذات تک رسائی عقل وخرد اور ظاہری آنکھ کے بس کی بات نہیں، یہ دل ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے، علامہ اقبالؒ بالِ جبریل میں فرماتے ہیں:

عقل کو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ دنیا میں دل کی بینائی اور اندھا پن، مطمئن زندگی اور تنگی کا جینا اللہ کے ذکر کرنے یا نہ کرنے پر منحصر ہے اور قیامت کے دن آنکھوں کی بینائی کے باقی رہنے اور چھن جانے کا دارومدار بھی اسی پر ہے حضور نبی کریم ﷺ نے دل کی اہمیت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

بلاشبہ جسم میں ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ ٹکڑا دل ہے۔ (صحیح بخاری)

**کثرت ذکر:** اس اہم ترین ٹکڑے یعنی دل کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان فرمادیا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب (سورۃ الرعد: ۲۸)

خبردار ہو کہ دلوں کا قرار صرف اللہ کے ذکر سے ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ہر چیز کی صفائی اور صیقل کے لیے کوئی شے ہوتی ہے اور دل کی صیقل یا پالش اللہ کا ذکر ہے۔ (صحیح بخاری)

ذکر کے اہتمام کے لیے اسلام میں سب سے پہلا انتظام تو یہ کیا گیا کہ پانچ وقت کی نماز ہر مسلمان عورت مرد پر فرض کردی گئی۔ یہ عبادت مقررہ اوقات میں جسمانی طہارت کے ساتھ ظاہری ارکان یعنی رکوع وسجود اور قیام وقعود کی پابندی کے ساتھ ادا کی جاتی ہے اور کسی کو کسی بھی حالت میں معاف نہیں ہوسکتی۔ یہ کم از کم نصاب ہے کیوں کہ فرض نمازوں کے علاوہ راتوں کو قیام کرنے، تلاوت قرآن، نماز تہجد اور نوافل ادا کرنے کی بھی بہت فضیلت آئی ہے۔

**اگرچہ قرآنی حکم** وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ (سورۃ طٰہٰ: ۱۴)

اور قائم کرو نماز میری یاد کے لئے۔

اور میری یاد کے لیے نماز کھڑی کرنے کے مطابق نماز کا مقصد بھی اللہ کا ذکر ہی ہے پھر بھی نمازوں کے علاوہ عام تسبیح وتہلیل اور اللہ کا ذکر کرنے کا حکم ہے اور اللہ کے ذکر کی فضیلت قرآن میں ان الفاظ سے بیان کی گئی ہے:

وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ (سورۃ العنکبوت:۴۵) اللہ کا ذکر سب سے بڑی بات ہے۔

ذکر کی تاکید کے لیے قرآن میں متعدد آیات موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہاں درج کی جاتی ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا (سورۃ الاحزاب: ۴۱)

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

فَاِذَا قَضَیۡتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِکُمۡ (سورۃ النساء: ۱۰۳)

جب نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔

وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا (سورۃ المزمل: ۸)

اور اپنے رب کے نام (یعنی اللہ) کا ذکر کر اور (قلبی طور پر) سب کو چھوڑ کر اسی کا ہو جا۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورة النور: ٣٧)

مرد وہ ہیں جن کو تجارتی کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتے۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ (سورة الاعراف: ٢٠٥)

اور اپنے ربّ کو اپنے دل میں عاجزی اور ڈر کے ساتھ اونچی آواز نکالے بغیر صبح و شام یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہونا۔

اللہ کی طرف سے اس قدر تاکید اور وضاحت کے باوجود اگر ہم صرف پانچ وقت کی نمازوں پر ہی اکتفا کرلیں اور کثرت ذکر کے احکام کو نظر انداز کرلیں تو یہ غفلت قیامت کے روز بڑی محرومی کا باعث بنے گی۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اللہ کے ذکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عن ابی موسی قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربہ مثل الحیی والمیت۔ (بخاری ومسلم)

ابی موسیٰؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی ہے اور جو نہیں کرتا اسکی مثال مردہ کی ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں اللہ کے ذکر کی فضیلت اور ذکر کرنے والوں کی سعادت بیان کی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکہ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ھم القوم لا یشفی جلیسھم۔ (بخاری ومسلم)

کوئی گروہ جب ذکر کے لیے بیٹھتا ہے تو فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوگا۔

اللہ کے ان احکامات اور حبیب خدا کے فرمودات سے کثرت ذکر کی اہمیت و فضیلت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ کے مقرب و مقبول بندوں میں شامل ہونے اور مرتبہ احسان تک پہنچنے کے لیے ذکر دوام کا اہتمام لازمی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی راہ ہے جس میں اللہ کی محبت کو تمام مخلوقات کی محبت پر مقدم رکھنا ہوتا ہے۔ اللہ مالک الملک نے قرآن کی سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

(سورۃ التوبۃ :111)

اللہ نے مومنوں سے ان کے مال اور جانیں جنت کے بدلے میں خرید لی ہیں۔

جب جان و مال بک گئے اور ان کی قیمت طے ہوگئی تو ان پر اب اپنا کوئی حق، اختیار یا تصرف باقی نہ رہا۔ یہ خریدنے والے کی ملکیت ہمارے پاس بحیثیت امانت ہے ان میں مالک کے حکم کے علاوہ جو تصرف ہم کریں گے وہ ظلم ہوگا۔ حقیقی اسلام یہی ہے کہ ہم مکمل خود سپردگی کے ساتھ اللہ کی کامل اطاعت میں داخل ہو جائیں۔ اس خیال کو علامہ محمد اقبالؒ نے کس خوبی سے باندھا ہے:

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ میں مومنین کی ایک خاص خوبی بیان فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورة البقرة: ۱۶۵)

اور جو لوگ ایمان والے ہیں سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں۔

اللہ سے شدید محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ کی محبت دوسری تمام محبتوں پر غالب اور فائق رہے۔ایک مومن کسی بھی حالت میں اپنے خالق و مالک اپنے محبوب و مطلوب اور اپنے معبود اللہ کو فراموش نہ کرے ورنہ محبت خام ٹھہرے گی۔یہ کیسی محبت اور کس قسم کا پیار ہے کہ کوئی لمحہ ایسا ہو جس میں محبوب کے علاوہ کوئی دوسرا یعنی اس کا ما سوا تو یاد ہو لیکن محبوب کی یاد پس منظر میں چلی جائے یا بالکل ہی محو ہو جائے۔اللہ سے پیار کرنے والوں کے دستور میں ایسی گھڑی کفر کی گھڑی شمار ہوتی ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ (سنن ترمذی)

جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کر دی اس نے کفر کیا۔

نماز بھی اللہ کا ذکر ہی ہے۔جب اس کا ترک کرنا کفر ٹھہرا تو اللہ والوں کے خیال میں غفلت میں گزرنے والا سارا وقت کفر ہی میں شمار ہوتا ہے۔سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ کا مشہور و معروف پنجابی کلام اس خیال کی بڑی خوبصورت عکاسی کرتا ہے:

جو دم غافل، سو دم کافر، سانوں مرشد ایہہ سمجھایا ھو
سنیا سخن، گیاں کھل اکھیں، اساں چت مولا ول لایا ھو
کیتی جان حوالے ربّ دے اساں ایسا عشق کمایا ھو
مرن تھیں اگے مر گئے باھو تاں مطلب نوں پایا ھو

مرشد نے ہمیں یہ بات خوب سمجھا دی کہ جو سانس اللہ کی یاد سے غفلت میں گزر گیا وہ کفر میں گزرا۔یہ بات سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہم نے ساری توجہ اللہ کی طرف لگائی

اپنی جان اللہ کے سپرد کر کے عشق کی راہ پر لگ گئے۔جب اللہ کے احکام کے مقابلے میں اپنی خواہشات سے اس طرح دستبردار ہو گئے تو گویا ہم موت سے پہلے ہی مردہ ہو گئے۔تب مقصود حاصل ہوا۔جو لوگ اس طرح اللہ کی محبت میں ڈوب کر اس کا ذکر کرتے ہیں ان کے لیے قرآن میں ایسا جانفزا پیغام آیا،جس سے ان کے بے چین دلوں کو قرار اور پیاسی روحوں کو تسکین ملی۔اللہ تعالیٰ نے اس عظیم نعمت کا اعلان یوں فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (سورۃ البقرۃ:۱۵۲)تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

سبحان اللہ۔ایک بندے کے لیے اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ یاد کرے اس کو پیار کا جواب پیار سے ملے۔وہ تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اللہ بھی خلوت میں اسے یاد کرے اگر وہ محفل میں اس کا ذکر کرے تو اللہ فرشتوں کی محفل میں اس کا ذکر کرے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق قائم کرنے کا یقینی ذریعہ اللہ کا ذکر ہے۔علم تصوف کی روح رواں ہی اللہ کو کثرت سے یاد کرنا ہے۔اس میں پاس انفاس کا طریقہ سکھایا جاتا ہے یعنی جو سانس اندر جائے اس کے ساتھ بھی اللہ اور جو سانس باہر آئے اس کے ساتھ بھی اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔اور جو لوگ اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے ہیں ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (سورۃ احزاب:۳۵)

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر سے غافل ہو جانے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ (سورۃ المنافقون: ۹)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائیں۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے میں ہیں۔

**روح کی غذا:** ہر مسلمان اس بات سے آگاہ ہے کہ انسان روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے۔ جسم مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس کی خوراک اور آرام و آرائش کا سارا سامان مٹی ہی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن روح "امر ربّ" ہے اس لیے اس کا رزق زمین سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کی غذا "ذکر ربّ" ہے۔ جس طرح انسانی جسم غذا کے بغیر کمزور اور لاغر ہو جاتا ہے اور اگر طویل عرصے تک غذا سے محروم رہے تو موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے اسی طرح روح کا حال ہے وہ بھی اللہ کے ذکر کے بغیر مر جاتی ہے۔ سورہ یٰسین میں ارشاد ہوا ہے:

لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (سورۃ یٰسین: ۷۰)

ہم نے اپنا رسول اس لیے بھیجا تا کہ اسے تنبیہ کرے جو زندہ ہے اور کافروں پر قول ثابت ہو جائے۔

اس سے مراد روح کی زندگی ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کی روح میں اللہ کی یاد کی ذرا سی رمق بھی باقی ہے۔ وہ ایمان لے آئے تو ایسا ہی ہوگا جیسا ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو دوبارہ تیل کی غذا عطا ہو جائے۔ اس کی تصدیق گزشتہ صفحوں میں رقم کی گئی حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والا مثل زندہ کے ہے اور نہ کرنے والا مثل مردہ کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی حیات یہ ہے کہ جسم اور روح دونوں زندہ ہوں اور کامل ترین نظام حیات وہی ہے جو جسمانی اور مادی ضروریات کی کفالت کے

ساتھ ساتھ روحانی تقاضوں کو بھی بطریق احسن پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔صرف مادی زندگی پر فدا ہونے والوں اور روحانی زندگی کی غذا یعنی اللہ کے ذکر سے کنارہ کشی کرنے والوں کے بارے میں قرآن حکیم میں یہ نازل ہوا:

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیَاةَ الدُّنْیَا (سورۃالنجم:۲۹)

جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اور صرف دنیا ہی کی زندگی کا خواہاں ہو اس سے آپ منہ پھیر لیجیے۔

جس طرح فردکی زندگی دل کی زندگی پر منحصر ہے اسی طرح قوموں کی زندگی کا دارو مدار بھی روحانیت کے ارتقاء پر ہے کیوں کہ قومیں فرد ہی کا مجموعہ ہوتی ہیں۔دلوں کی زندگی کے بارے میں علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ (ضرب کلیم)

دل اللہ کے ذکر اور فیضان الٰہی سے زندگی پاتے ہیں۔ جو قومیں صرف دنیوی زندگی کو مانتی ہیں اور آخرت کی قائل نہیں ہوتیں اور صرف مادی جسم کی آسائش اور آرائش ہی ان کا منتہائے مقصود ہوتا ہے ان کا آشیانہ نازک ہوتا ہے اور ان کی قومی زندگی نہایت مختصر ہوتی ہے۔ایسی تہذیبیں پانی کے بلبلوں کی طرح ابھرتی اور مٹتی رہتی ہیں۔ان سے کبھی بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ کسی پائیدار تمدن کو وجود میں لا سکیں۔علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا:

جو قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم

حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات (بالِ جبریل)

جب انسان فیضان سماوی اور روحِ الٰہی سے منہ موڑ کر عقل و خرد کو اپنا امام بنالیتا ہے تو

وہ مادی آسائش کے لیے ہزارہا سامان تخلیق کرسکتا ہے وہ اپنی سہولت کے لیے سینکڑوں نئی ایجادات کرسکتا ہے لیکن انسانی زندگی سے جور و جبر اور ظلم و استبداد کا خاتمہ کر کے اسے روحانی انبساط اور کیف و سرور سے آشنا نہیں کرسکتا۔ مادہ پرست معاشرے میں دولت اور سہولتوں کی فراوانی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ کرنے کی بجائے ذہنی پریشانی اور روحانی کرب کا باعث بنتی ہے۔ اس قوم کو رات کی نیند کی خاطر ٹنوں کے حساب سے خواب آور گولیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سوسائٹی میں دل کے امراض، خودکشی، جنسی تشدد، ماردھاڑ اور طلاقوں کی رفتار میں اضافہ بے قابو ہوتا چلا جاتا ہے۔ ضرب کلیم میں علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

انسان کی فلاح اللہ کی محبت اور روح کی اتباع میں ہے۔ خدا کے عشق کو اپنا امام اور عقل و خرد کو اپنا غلام بنانے میں ہے۔ اللہ کے ذکر کو اپنانے میں ہے، جس سے روح کو قوت اور ذہن کو جلا ملتی ہے۔ جو بھی قوم اس دستور حیات کو اپنا لے گی وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس طرح آگے بڑھے گی کہ اقوام عالم کی قیادت انہی کے قدموں میں ہوگی۔ روح اللہ کے ذکر کے ذریعے سے براہ راست اللہ کی ذات سے فیضان حاصل کرتی ہے۔ قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تمہیں زمین اور آسمان سے رزق پہنچاتا ہے۔ ممکن ہے آسمان سے آنے والے رزق سے مراد یہ فیضان الٰہی ہی ہو۔ یعنی خاکی جسم کی غذا خاک سے اور روح کی غذا عالم پاک سے

آتی ہو۔علامہ محمد اقبالؒ نے بھی آسمانی غذا کے علاوہ ایک دوسرے رزق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بالِ جبریل میں فرمایا:

کیا میں نے اس خاکداں سے کنارا
جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ

**تزکیہ اخلاق اور تصفیہ قلب:** انسان کی اصل حقیقت کا پتہ اس کی شکل و صورت اور ظاہری اخلاق و اطوار سے ہرگز نہیں لگایا جا سکتا بلکہ انسان کے دل میں جو جذبات اٹھتے ہیں اور جس قسم کے خیالات اس کے ذہن کو گھیرے رہتے ہیں وہ اس کی حقیقی شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ایک انسان کے ظاہری اقوال و افعال کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں ان کی اصلی قدر و قیمت کا تعین اس کی نیت سے کیا جائے گا اس لیے حقیقی اصلاح کا تعلق انسان کے اندر ہی سے ہے۔منافقین کے لیے اللہ نے بڑی سخت سزا کی وعید سنائی ہے حالانکہ وہ نماز کے پابند اور ہر لحاظ سے مسلمان دکھائی دیتے تھے۔کسی بزرگ سے جب پوچھا گیا کہ تقویٰ کی انتہا کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ’’تقویٰ کی انتہا یہ ہے کہ حالت خواب میں بھی گناہ سرزد نہ ہو ‘‘یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا جذبہ شعور سے گزر کر لاشعور کی گہرائیوں میں رچ بس جائے۔اللہ تعالیٰ ظاہری صورتوں کو اہمیت نہیں دیتا بلکہ دلوں کو نظر میں رکھتا ہے اس لیے اللہ کے قرب کے حصول کے لیے ظاہری عبادت کی پابندی کے ساتھ نیت کی درستی، نفس کا تزکیہ اور قلب کی صفائی نہایت ضروری ہے تا کہ خشوع و خضوع ،عجز و حلم مخلوق خدا سے محبت، احسان و ایثار،عفو و درگزر،صبر و قناعت، رحم و کرم ،توکل علی اللہ اور تبتل الی اللہ جیسی خوبیاں پیدا ہو جائیں یہی تزکیہ ہے کہ معائب دور ہو کر محاسن پیدا ہو جائیں۔سورت اعلیٰ میں ارشاد ہوا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی. وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (سورۃ الاعلیٰ: ۱۵-۱۴)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کیا۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کیا اور نماز ادا کی۔

تصوف کا بھی یہی مقصود ہے کہ ایمان لانے اور ابدی حقیقتوں کا زبان سے اقرار کر لینے کے بعد قلب و نگاہ کی پاکیزگی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے تاکہ حضوری والی نماز ممکن ہو سکے۔ علامہ محمد اقبالؒ بالِ جبریل میں فرماتے ہیں:

علم کا مقصود ہے پاکیِ عقل و خرد

فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

قلب و نظر کی پاکیزگی کی اہمیت مزید واضح کرنے کے لیے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل

دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(ضربِ کلیم)

حضور ﷺ کی بعثت اور تزکیہ نفس:

قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد چند مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس میں آپ کا عظیم منصب تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا اللہ کی آیات کی تلاوت، دوسرا تزکیہ باطن، اور تیسرا کتاب وحکمت کی تعلیم پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران ملاحظہ ہو:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ آل عمران: ۱٦۴)

بے شک اللہ نے احسان فرمایا مومنین پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر

اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور اس سے قبل تو وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اس کے علاوہ سورۃ القمر آیت نمبر ۱۵، اور سورۃ جمعۃ آیت نمبر ۲ میں انہی الفاظ میں حضور نبی کریم ﷺ کے منصب رسالت کا ایک اہم فریضہ جس کا ذکر کتاب وحکمت کی تعلیم سے پہلے کیا گیا ہے مومنین کا تزکیہ کرنا ہے۔ یہ مبارک اور عظیم کام روحانی فیض اور توجہ سے کیا گیا۔ حضور کے فیض صحبت ہی کے طفیل صحابہ کرام کا اس طرح تزکیہ ہوا اور وہ ایمان کامل کے اس درجہ تک پہنچ گئے کہ اس مبارک گروہ کو اللہ کی طرف سے خیر الامت کا خطاب اور رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کی سند عطا ہوئی۔ جن صحابہ پر حضور ﷺ کی نظر کیمیا زیادہ رہی اور وہ طویل عرصہ تک اس نعمت سے مستفید ہوئے انہوں نے اسی لحاظ سے بلند مراتب پائے اور صحابہ کبار کہلوائے۔ اس خیر القرون دور میں ہر وہ خوش بخت صاحب ایمان جو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوا' صحابہ کی صف میں شامل ہو گیا۔ حضور خیر الانام کی ایک نظر اور چند لمحوں کی صحبت نے وہ کام کیا اور ایسا مقام عطا فرما دیا کہ بعد میں آنے والے اس پر صرف رشک کر سکتے ہیں لیکن اسے پا نہیں سکتے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نے اہل ایمان کے دلوں کا زنگ دور کر کے اور انہیں پاک وصاف کر کے ان پر اللہ کا رنگ اس طرح چڑھا دیا جو کسی دوسرے طریقہ سے ممکن ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں ان اوراد وا ذکار کا اہتمام نہیں تھا۔ جو موجودہ زمانے میں فقیری کے سلسلوں میں کرائے جاتے ہیں۔ انہیں اس کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ حضور ﷺ کی صحبت سے اللہ کی محبت کچھ اس طرح دلوں میں گھر کر جاتی تھی کہ وہ اللہ کو بھول ہی نہ سکتے تھے۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا اور جینا مرنا اللہ کے لیے ہو جاتا اور ہر قول، فعل اور حرکت میں اللہ کی رضا ہی ان کا مقصود بن جاتی:

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (سورۃ الفتح:۲۹)

انہی کی شان میں نازل ہوئی۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات مزید بلند فرمائے اوران کی روشن مثالوں سے ہمارے کردار کی ظلمت دور فرمائے۔آمین!

**صحبت اولیاء وصلحاء:**

حضورﷺ کے وصال کے بعد آپﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ اور پھر ان کے تربیت یافتہ تابعین کی صحبت سے تزکیہ باطن اور روحانی فیض رسانی کا کام احسن طریقے سے چلتا رہا۔ان مبارک ہستیوں کے اس کارخیر کو آگے بڑھانے کا کام بعد میں آنے والے علماء حق نے سنبھالا کیوں کہ وہی انبیاء کے وارث ٹھہرے۔انہوں نے حضورﷺ کے پورے مشن کو سنبھالا اور اسے کامل صورت میں آگے بڑھایا۔وہ گویا صوفی عالم تھے۔انہوں نے جہاں اللہ کی آیات بیان کیں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے کر عقائد،ظاہری عبادات اور معاملات کو درست رکھا وہاں دلوں کا تصفیہ اور اخلاق کا تزکیہ کرنے کی مبارک سنت کا کام بھی جاری رکھا۔انہوں نے شریعت وطریقت،فقہ وفقر اور علم وعرفان میں تفریق پیدا نہیں کی بلکہ ایمان کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کو لازم وملزوم جانا اور اس کی تعلیم دی اور تربیت بھی کی۔بعد کے ادوار میں جب آہستہ آہستہ صفائے باطن کو ترک کر کے صرف ظواہر کی پابندی ہی کو مقصود بنالیا گیا جب اذانوں سے روح نکال لی گئی۔جب فلسفہ رہ گیا اور تلقین غزالی نہ رہی۔جب اللہ اور اس کے رسول کے عشق کی آگ بجھ گئی تو مسلمان راکھ کا ڈھیر بن گیا۔جسے زمانے کی ہوائیں جدھر چاہتی ہیں اڑاتی پھرتی ہیں۔اب بالِ جبریل میں بقول علامہ محمد اقبالؒ حال یہ ہے:

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری — رہا صوفی، گئی روشن ضمیری

خدا سے پھر وہی قلب ونظر مانگ — نہیں ممکن امیری بے فقیری

اس دور میں بھی اگر چہ اسلام کا ظاہری ڈھانچہ اپنی اصلی صورت میں قائم ہے۔ الحمد للہ! مسجدیں آباد ہیں۔ ماہِ رمضان تو دین کی بہار کا موسم ہوتا ہے اور حج کے امیدواروں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ حکومتیں سنبھال نہیں سکتیں۔ باوجود ازیں مسلمانوں کی جو حالت ہے اور اقوام عالم میں جو حیثیت ہے وہ عیاں ہے۔ وجہ صرف ایک ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کا فقدان اور دنیا کی محبت کا غلبہ۔ مسلمانوں کی اس حالت پر علامہ محمد اقبالؒ بالِ جبریل میں مرثیہ خواں ہیں:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے<br>
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے<br>
نماز و روزہ و قربانی و حج<br>
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

جس طرح صحابیت کے شرف کا مدار حضور نبی کریم ﷺ کے دیدار پر تھا اسی طرح روحانی فیض حاصل کرنے اور عشق کی آگ روشن کرنے کے لیے کسی استاد معلم یا مرشد سے بالمشافہ ملاقات ہونا اور کچھ عرصہ ان کی صحبت میں بسر کرنا ضروری ہے۔ اللہ کے طالبوں اور راہ محبت کے سالکوں کے لیے کسی مرد کامل کی صحبت' اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ مولانا روم کے اس مشہور شعر سے ہر کوئی واقف ہے:

یک زمانہ صحبت با اولیاء<br>
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یعنی اولیاء اللہ کی مجالس میں بسر کیا جانے والا تھوڑا سا زمانہ باطن میں وہ انقلاب برپا کر دیتا ہے جو اپنے طور پر ادا کی جانے والی برسوں کی عبادت سے ممکن نہیں۔

اولیاء اللہ جس قوت سے باطن کا تزکیہ کرتے ہیں وہ حضور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کی امانت ہے اور سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ اسے جذب کی قوت بھی کہا جاتا ہے۔ جب تک جذب کی چنگاری کسی اللہ والے کے سینے سے عطا نہ ہو اللہ کی محبت کی آگ سلگ نہیں سکتی۔ حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

کیہ ہویا جے راتیں جاگیں جے مرشد جاگ نہ لائی ھو

یعنی مرشد اور راہبر کے فیض کے بغیر تجھے راتوں کو جاگ کر عبادت کرنا بھی فائدہ نہیں دے گا۔ گھی دودھ کے اندر ہی پوشیدہ ہے لیکن دودھ میں مدھانی چلا کر براہ راست اسے حاصل کرنے کی کوشش رائیگاں جائے گی۔ درست طریق کار یہی ہے کہ کوئی جاننے والا پہلے اسے دہی کی جاگ لگائے جو سارے دودھ کی ماہیت بدل کر اسے دہی میں تبدیل کر دے۔ اس کے بعد مجاہدے کی مدھانی چلائے تو مقصود ہاتھ آ سکے گا۔ ایک چراغ جو صحیح و سالم ہو لیکن وہ خود بخود روشن نہیں ہو سکتا جب تک اسے کسی "روشن چراغ" سے ملایا نہ جائے۔ اسی طرح ایک عام لوہے کے ٹکڑے میں مقناطیسیت پیدا کرنے کے لیے دوسرے مقناطیس کا توسل اور قرب لازمی ہے جو اس کے باطن میں غیر مرئی تبدیلی کر کے اسے بھی مقناطیس بنا دے۔ اسی طرح نفوس قدسیہ کی صحبت اور توجہ دوسرے نفوس میں جو روحانی قوت پیدا کرتی ہے وہ ایک عجیب و غریب اور حیران کن حقیقت ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اس جذب کی قوت کا ذکر اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اک شرع مسلمانی اک جذب مسلمانی
ہے جذب مسلمانی سر فلک الافلاک
اے رہرو فرزانہ بے جذب مسلمانی
نے راہ عمل پیدا نے شاخ یقیں نمناک (بالِ جبریل)

اس قوت جذب کے کھو جانے ہی سے اللہ پر ایمان کمزور پڑ گیا۔ سینوں میں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے عشق کی آگ سرد پڑ گئی۔ نہ مومن رہا نہ مومن کی وہ نگاہ رہی جس سے سینوں کے اندر دھڑکنے والے دل لرز جاتے تھے اور جو دوسروں کی تقدیر بدل کر رکھ دیتی تھی۔ وہ مومن جو کبھی خود تقدیر یزداں اور اللہ کا ہاتھ تھا غیروں کے ہاتھ میں ان کا آلہ کار بن گیا اور وہی اس کی قسمت کے فیصلے کرنے لگے:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا (بانگِ درا)

جس قوم کے ارادوں سے فطرت کے مقاصد کا پتہ چلتا تھا وہ آہستہ آہستہ بے عمل ہوتی چلی گئی اور سوگئی بلکہ مردہ ہوگئی اور اسلام صرف کتاب اللہ میں باقی رہ گیا۔ جب زوال آیا تو زندگی کا ہر پہلو اس سے متاثر ہوا۔ مسلمان ہر شعبے میں پیچھے رہ گئے اور دوسری قومیں جنہوں نے علم کی روشنی مسلمانوں سے حاصل کی اور اسلامی زندگی کے حیات بخش اصولوں کو اپنا لیا وہ فطرت کی طاقتوں کو مسخر کر کے مسرت و شادمانی کی زندگی بسر کر رہی ہیں اور اقوام عالم کی سیادت و قیادت انہی کے ہاتھ میں ہے اور جس قوم کے پراسرار غازی ذوق خدائی کے حامل تھے آج ان کے ہاتھ میں کشکول گدائی ہے۔ حکیم الامت کی تشخیص ملاحظہ ہو:

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

(بالِ جبریل)

اس جذب اندروں کے حصول کے لیے کسی مرد درویش سے تعلق پیدا کرنا لازمی ہے تا کہ دلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق کی آگ بھڑک اٹھے جو مال و دولت کی محبت کے بت اور متاع غرور کے خس و خاشاک کو جلا کر راکھ کر دے۔ ہر مسلمان کا تعلق حضور ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے کثرت ذکر کے ذریعے اللہ کے ساتھ مستحکم ہو جائے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے مشن کو دنیا میں پھیلانے اور انسانیت کو ہر نوع کی غلامی اور استحصال سے نجات دلا کر امن و آشتی کا گہوارہ بنانے کی تمنا سینوں میں بیدار ہو جائے۔

## دعائے مغفرت

ملتان سے خالد محمود بخاری صاحب کے پھپھی زاد بھائی

ملتان سے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے داماد ناصر عباس گیلانی

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

# بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
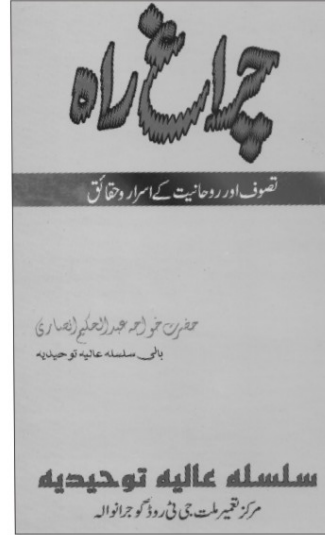
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔
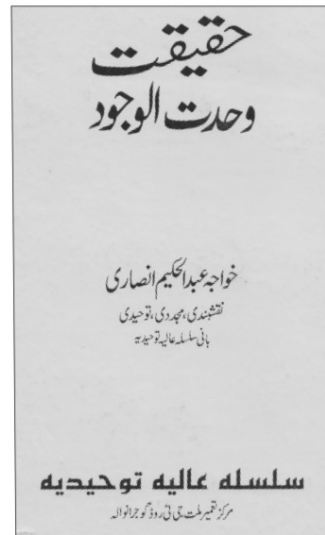
# سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت و دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
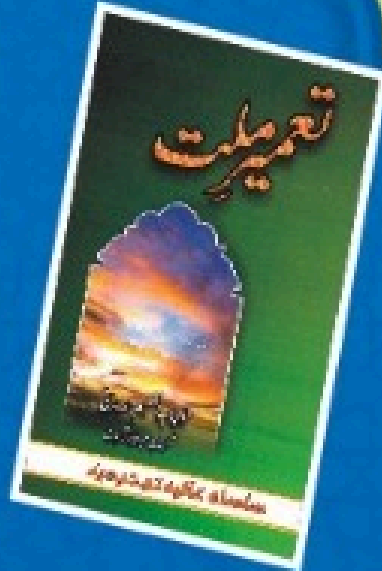
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشتغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com